ہندوستان بھر کے غیر مسلموں میں تبلیغ اسلام کے اہم فرض کو بجا لانے والا ہفتہ وار اخبار

یَهْدِی اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ

اخبار نور قادیان

ایڈیٹر: ایس محمد یوسف

ضوابط

چندہ سالانہ عوام سے — تین روپے
ششماہی " — ایک روپیہ آٹھ آنہ
" سالانہ سرپرستوں سے — دس روپے
" امراء سے — پانچ روپے
ممالک غیر سے — صرف آٹھ شلنگ

مقاصد

۱۔ اسلام کی خوبیوں اور برکات کا ذکر کرنا اور دیگر مذاہب پر اس کی فضیلت ظاہر کرنا۔
۲۔ غیر مذاہب میں تبلیغ اسلام کے اہم فرض کو ادا کرنا۔
۳۔ معترضین کے اعتراضات اور حملوں کا کامل اور صحیح جواب دینا۔
۴۔ راعی اور رعایا کے تعلقات کو مضبوط اور مستحکم بنانا۔

جلد ۳۰ — اخبار "نور" قادیان مورخہ ۳ جولائی سنہ ۱۹۴۱ء مطابق ۷ جمادی الثانی سنہ ۱۳۶۰ھ — نمبر ۱۱

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اس کے شکریہ سے میری زبان قاصر ہے

گذشتہ سالانہ جلسہ پر حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے قوم کو مخاطب کر کے فرمایا تھا۔ کہ:۔

"نور" نہایت اہم کام کر رہا ہے۔ اور جماعت کو اسکی اشاعت میں توسیع کر کے اس کی مدد کرنا بہت ضروری ہے۔

اور اب دوست یہ خبر نہایت انبساط سے سنیں گے۔ کہ حضور نے ازراہ ذرہ نوازی عملی رنگ میں بھی نوازا ہے۔ چنانچہ انچارج صاحب تحریک جدید اپنے ایک تازہ خط میں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ:۔

"حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اخبار نور کے یکصد پرچہ جات کی خریداری فی الحال ایک سال کیلئے منظور فرمائی ہے۔ جلد ہی آپ کی خدمت میں پرچہ جات ارسال کر دیئے جائیں گے۔"

اس کرم فرمائی کیلئے میں کس زبان سے حضور پرنور کا شکریہ ادا کروں۔ سچ تو یہ ہے۔ کہ اس وقت تک جو اچھے یا برے رنگ میں نور جاری ہے۔ اور جو کچھ نہ کچھ خدمت اسلام کا فخر حاصل کر سکا ہے۔ وہ صرف حضور کی توجہ گرامی کا ہی نتیجہ ہے ... دائم۔ شروع سے ہی میری یہ کوشش رہی ہے۔ کہ جو کام بھی میرے سپرد کیا جائے میں اسے پوری دیانت اور امانت سے نبھاؤں۔ ایک وقت میں شہر کی کمیٹی کا انتظام میرے سپرد کیا گیا۔ دشمنوں کو بھی اعتراف ہے۔ کہ وہ ایک سنہری زمانہ تھا۔ اور سکھوں اور آریوں کے متعلق جو تبلیغی فرائض میرے سپرد کئے گئے۔ خواہ وہ تقریری رنگ میں تھے یا تحریری میری یہ کوشش رہی۔ کہ میں اسے اس عمدگی سے سرانجام دوں۔ کہ اوّل تو مخاطب قریب ہو سکے۔ ورنہ کم از کم دور نہ ہو۔ اور مجھے خوشی ہے۔ کہ میں بفضل ایزدی اس میں کافی حد تک کامیاب رہا۔ نور کے گذشتہ پرچہ میں دوستوں نے یہ پڑھا ہوگا۔ کہ سکھوں کے آرگن روزانہ "اکالی" نے اپنے ۱۳ جنوری ۱۹۲۴ء کے اشو میں لکھا۔ کہ:۔

"مولوی محمد یوسف صاحب ایڈیٹر نور مسلمانوں کے قادیانی فرقہ میں ایک نمایاں شخصیت رکھتے ہیں۔ آپ کا مطالعہ سکھ لٹریچر اور سکھ تاریخ کے متعلق بہت وسیع ہے۔ آپ کئی درجن مذہبی کتابوں کے مصنف ہیں۔ مولوی صاحب آج سے نہیں بلکہ کئی سال سے اس کوشش میں ہیں۔ کہ سکھوں اور مسلمانوں کی دونوں توحید پرست اقوام میں رشتہ اتحاد مضبوط ہو جائے۔ اور آئے دن کے ازان اور جھٹکہ کے نفاق پیدا کرنے والے جھگڑے پیدا نہ ہوں۔"

دوست میرے لئے درد دل سے دعا فرمائیں۔ کہ خدا تعالیٰ مجھے زیادہ سے زیادہ خدمت دین کی توفیق بخشے۔ دوست نور کی توسیع اشاعت کی طرف بھی خصوصیت سے توجہ دیں۔ کاغذ اور طباعت اس قدر گراں ہے۔ کہ خدا کی پناہ۔ بڑے بڑے سرمایہ دار اخبارات کے بھی چھکے چھوٹ رہے ہیں۔ اگر دوستوں نے نور کی توسیع اشاعت کی طرف خاص توجہ دی تو یقیناً آپ نور کو تبلیغی میدان میں بہترین سپاہی پائیں گے۔ کیونکہ خدا کے کرم سے ابھی اس کے ترکش میں بہت سے تیر ہیں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پروفیسر وریام سنگھ صاحب ایم۔ اے۔ ایل ایل۔ بی کی تقریر

خالصہ کالج امرتسر

ہندوستان کے مسلمان حکمرانوں کے عہد میں مذہبی رواداری

قادیان ۲۲ر جون۔ آج نو بجے صبح تعلیم الاسلام ہائی سکول کے ہال میں مقامی انگریزی دان پبلک اور طلباء کے مجمع میں پروفیسر وریام سنگھ صاحب ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی۔ پروفیسر ہسٹری و پولیٹیکل سائنس خالصہ کالج امرتسر نے جو اپنے کالج کی ٹیم کیساتھ تشریف لائے تھے۔

"شاہانِ مغلیہ کے عہد میں مذہبی رواداری" کے موضوع پر انگریزی میں فاضلانہ تقریر فرمائی۔ تقریر کے شروع میں پروفیسر صاحب نے احمدیہ جماعت کا ذکر کرتے ہوئے ذاتی تجربہ کی بناء پر فرمایا۔ کہ جماعت کے خلاف عام طور پر جو پراپیگنڈا کیا جاتا ہے وہ بالکل بے بنیاد ہے۔ آپ نے اس امر پر بھی اظہار خوشی فرمایا کہ انکی ٹیم اور قادیان کی ٹیموں کے درمیان جو دو فٹ بال کے میچ ہوئے۔ ان میں دیکھنے والوں نے نہایت اچھی سپرٹ کا مظاہرہ کیا۔ جو انہیں باہر بہت کم دیکھنے میں آئی ہے۔ تقریر کے موضوع کی طرف آتے ہوئے آپ نے کہا۔ یہ نہایت افسوس کی بات ہے۔ کہ بعض اینگلو انڈین تاریخ نویسوں نے شاہانِ اسلام کو نہایت گھناونے رنگ میں پیش کیا ہے لیکن میں ذاتی تحقیق کی بناء پر کہہ سکتا ہوں کہ مسلمانوں نے ہندوستان کی تہذیب اور تمدن کی ترقی میں نہایت شاندار حصہ لیا ہے۔ بلکہ میں تو کہوں گا۔ کہ ہندوستان کی تہذیب بالکل نامکمل رہتی۔ اگر مسلمان اس کی تعمیر میں حصہ نہ لیتے۔ اس ضمن میں آپ نے مسلمانوں کے بعض کارہائے نمایاں کا ذکر کیا جو علوم و فنون کے میدان میں انہوں نے سرانجام دئے۔ تقریر کو جاری رکھتے ہوئے آپ نے فرمایا جسطرح میں اشوک ہرش اور اکبر پر فخر کرتا ہوں۔ اسیطرح اورنگ زیب پر بھی فخر کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ اورنگ زیب کو لوگوں نے نہایت غلط رنگ میں پیش کیا ہے۔ آپ نے بعض تاریخی امثلہ پیش کرتے ہوئے ثابت کیا۔ کہ شاہانِ مغلیہ کے عہد میں غیر مسلم بڑے بڑے عہدوں پر فائز تھے۔ اور غیر مسلم رعایا نے کبھی بھی بحیثیت قوم مسلمان بادشاہوں کے خلاف علم بغاوت بلند نہیں کیا۔ نیز آپ نے ثابت کیا کہ کسی مسلمان بادشاہ کے عہد میں غیر مسلموں پر تشدد نہیں کی گئی۔ بلکہ بسا اوقات ان سے دوسروں کی نسبت اچھا سلوک کیا گیا۔ اور بڑے بڑے عہدے مثلاً بنگال۔ بدخشاں اور کابل کی گورنری ان کے سپرد کی گئی۔ آپ نے ہندوستان کے حصے بخرے کرنیکی سکیموں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ ہندوستان کیلئے نیک فال نہیں ہے۔ اگر پہلے ایک ہندو حکمران سارے ہندوستان پر حکومت کر سکتا تھا۔ اور ایک مسلمان حکمران اپنی رعایا کے تمام طبقات کے ساتھ نیک سلوک کرتے ہوئے سارے ہندوستان پر فرمانروائی کر سکتا تھا تو کوئی وجہ نہیں۔ کہ آئندہ یہ بات ناممکن ہو جبکہ ہندوستان کی تمام قوموں کا جغرافیائی اعتبار سے چولی دامن کا ساتھ ہے۔

جزیہ کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا۔ یہ ٹیکس کسی اعتبار سے قابل اعتراض نہیں۔ اول اسلئے کہ یہ صرف ہندوؤں پر نہیں بلکہ دوسرے ممالک میں مسلمانوں کی سلطنت میں رہنے والے عیسائیوں پر بھی لگایا جاتا تھا۔ دوم اس کے عوض غیر مسلموں کی ہر طرح حفاظت کی جاتی تھی۔ اور انہیں فوجی فرائض سے سبکدوش رکھا جاتا۔ سوم۔ خود مسلمان زکوٰۃ کے رنگ میں جزیہ سے کئی گنا زیادہ رقم قومی خزانہ میں دیتے تھے۔ چہارم جن غیر مسلموں سے فوجی خدمت لی جاتی تھی۔ انہیں جزیہ معاف تھا۔ اسی طرح غریب اور بیماروں سے جزیہ وصول نہیں کیا جاتا تھا۔ اورنگ زیب نے کیوں جزیہ لگایا؟ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے آپ نے فرمایا۔ یہ مذہبی تعصب کیوجہ سے نہ تھا۔ بلکہ اورنگ زیب کو چونکہ دکن میں فوجی مہمات سرانجام دینا پڑیں۔ اسلئے یہ قدرتی امر تھا۔ کہ ان مہموں کے اخراجات کیلئے ٹیکس وصول کیا جاتا۔ مندروں کے انہدام کے الزام کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ کبھی کسی مسلمان حکمران نے مندروں کے انہدام کو برداشت نہیں کیا۔ اورنگ زیب کے بعض فرمانوں سے جو اسوقت دریافت ہوئے ہیں۔ یہ ثابت ہوتا ہے کہ اسنے خاص طور پر ہدایت کر رکھی تھی۔ کہ کوئی مندر نہ گرایا جائے محمود غزنوی کا مندر گرانا ہرگز مذہبی بناء پر نہ تھا۔ چونکہ اس زمانہ میں مندر دولت کے مرکز تھے۔ اسلئے اسے اپنی سلطنت کو مغرب کی طرف پھیلانے کیلئے روپیہ حاصل کرنیکی غرض سے بعض مندروں کی دولت کو حاصل کیا تقریر کو جاری رکھتے ہوئے آپ نے ثابت کیا کہ بعض اوقات اگر مندر گرائے گئے تو وہ اسلئے کہ بعض مفسدہ پرداز لوگ انکو بغاوت کے مرکز کے طور پر استعمال کرتے تھے۔ اور ظاہر ہی کہ کوئی حکومت اس امر کو برداشت نہیں کر سکتی۔ کہ معابدہ کی حرمت سے ناجائز فائدہ اٹھا کر انکو بغاوت کا مرکز بنایا جائے۔ اسی ضمن میں آپ نے اس الزام کی بھی تردید کی۔ کہ غیر مسلموں کو جبر سے مسلمان بنایا جاتا تھا۔ آخر میں آپ نے اس امر پر اظہار خوشی فرمایا۔ کہ قادیان رواداری کی روح کی نہایت خوشکن مثال پیش کر رہا ہے۔ نیز آپ نے امید ظاہر کی کہ اگر یہی روح ملک کے دوسرے حصوں میں کارفرما ہو۔ تو ہندوستانی فرقہ دارانہ مسئلہ فوراً حل کیا جا سکتا ہے۔

پروفیسر عبدالقادر صاحب ایم۔ اے نے صدارتی ریمارکس میں پروفیسر وریام سنگھ صاحب کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا۔ اگر ہندوستان کی تاریخ اسی نقطہ نگاہ سے لکھی جائے جس کا اظہار پروفیسر صاحب نے فرمایا ہے۔ تو ہندوستان میں مختلف اقوام کے درمیان جو جذبات تنفر موجود ہیں۔ بہت حد تک دور ہو سکتے ہیں۔

مفید مشورے

۱۔ سردی کے موسم میں نیم برہنہ دھوپ میں بیٹھنا جسم کو طاقت دیتا ہے۔ اور جراثیم یعنی کیڑوں کو ہلاک کرتا ہے۔ ۲۔ سورج نکلنے سے پہلے مشرق کی طرف دیکھنا مفید ہوتا ہے۔ سورج کی الٹرا وائیولیٹ شعاعیں مفید صحت ہوتی ہیں۔ ۳۔ گرمی کے موسم میں سبز گھاس پر ننگے پاؤں صبح کے وقت سیر کرنا بینائی اور دماغ کیلئے مفید ہوتا ہے۔ ۴۔ ہاضمہ درست کرنیکے لئے کبھی کبھی ایک وقت کا فاقہ کرنا چاہئے۔ ۵۔ بلگیریا کے لڑکوں کی عمریں لمبی ہوتی ہیں۔ کیونکہ وہ دہی۔ دودھ پنیر چھاچھ وغیرہ زیادہ استعمال کرتے ہیں۔

ٹرکی کے مشکلات

ٹرکی کی پوزیشن بہت نازک ہو رہی ہے۔ ایک طرح سے یہ دشمنوں سے گھرا ہوا ہے۔ کہنے کو تو جرمن نے ٹرکی کیساتھ معاہدہ کر لیا ہے۔ مگر جرمن کے معاہدہ کا کیا اعتبار۔ آخر روس کیساتھ بھی اسکا معاہدہ تھا ہی۔ مگر اس معاہدہ کا جو حشر ہوا وہ آپکے سامنے ہے۔ یہ کہنا کہ ٹرکی کیمتعلق جرمن اپنے معاہدہ پر قائم رہیگا بہت مشکل ہے۔ آجکل کے معاہدے تو دفع الوقتی کیلئے چال ہیں۔ خدا کی قدرت بلقانی ریاستیں ایک ایک کرکے سب ختم ہو گئیں۔ اگر یہ ریاستیں اتحاد پر قائم رہتیں۔ جیساکہ ٹرکی نے قبل از وقت ہی اسکی داغ بیل ڈالدی تھی۔ تو یقیناً آج بلقانی ریاستوں کو یہ روزِبد نہ دیکھنا پڑتا۔ اور جب جرمن ایک ایک کرکے بلقانی ریاستوں کو ختم کر رہا تھا اسوقت روس سنبھل جاتا۔ تو روس کو بھی آج ان مشکلات سے نہ گذرنا پڑتا۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　　　نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

ایک ذی شان حکمران کے حضور میری باریابی!

۱۶ر جون کو صبح میں ریڈیو پر خبریں سُن رہا تھا۔ کہ پٹیالہ گورنمنٹ کے ملٹری سکرٹری صاحب کا ایک تار ملا۔ میں نے اُسی وقت تیاری شروع کر دی۔ شام کے سوا چھ بجے قادیان سے سوار ہوا۔ اور ساڑھے دس بجے امرتسر سے شملہ میل لی۔ گاڑی میں جگہ اچھی مل گئی۔ قریبًا تمام رات آرام سے گذری۔ بحسب معمول صبح چار بجے اُٹھا۔ ضروریات سے فارغ ہو نماز ادا کی۔ اس عرصہ میں ساڑھے پانچ ہو گئے اور گاڑی کالکا اسٹیشن پر پہنچ گئی۔ گاڑی سے اتر کر کنڈہ گھاٹ تک کار کا انتظام کیا۔ شملہ جانے والوں کو یہ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ کالکا سے آگے بجائے گاڑی کے کار زیادہ مفید رہتی ہے۔ ایک تو آرام ملتا ہے۔ دوم مسافر جلد پہنچ جاتا ہے۔ سوم پہاڑوں کا نظارہ زیادہ دیکھا جا سکتا ہے۔ کالکا سے روانہ ہو کر ساڑھے نو بجے کنڈہ گھاٹ پہنچ گیا۔ کنڈہ گھاٹ کا موسم خوشگوار تھا۔ دفتر میں جا کر دریافت کیا۔ کہ کیا میرے لئے چائل جانے کے واسطے کار کا انتظام ہو چکا ہے۔ کالکا سے چائل اٹھارہ میل کے فاصلہ پر ہے۔ اور یہ ہز ہائی نس شری حضور مہاراج ادھیراج والئے پٹیالہ کا گرمائی مقام ہے۔ سواری کے لئے چائل فون کیا گیا۔ وہاں سے جواب آیا۔ چونکہ ایڈیٹر صاحب نور کی طرف سے یہ ہدایت تھی کہ وہ گیارہ بارہ بجے کے قریب کنڈہ گھاٹ پہنچیں گے اس لئے ہم نے سواری کا انتظام گیارہ بارہ بجے کے قریب اٹھا رکھا تھا۔ مگر اب ابھی انتظام ہو جاتا ہے اور مجھے خوشی ہوئی۔ کہ پندرہ منٹ کے اندر اندر ہی کار کا انتظام ہو گیا۔ اس کا نام ہے حسن انتظام۔ ایک کار پہلے آئی کھڑی تھی۔ گو وہ بک ہو چکی تھی۔ مگر اس ہی میرے لئے جگہ نکالی گئی۔ کوئی ساڑھے گیارہ بجے کے قریب چائل پہنچ گیا۔ کار سیدھی گیسٹ ہاؤس میں جا کر ٹھہری۔ گیسٹ ہاؤس کے گیٹ پر سوڈھی بختاور سنگھ صاحب ناظم مہمان خانہ کھڑے تھے۔ سوڈھی صاحب بہترین منتظم ہیں۔

خواہ کتنے ہی مہمانوں کی بہتات ہو۔ اور کام کی کتنی ہی زیادتی ہو۔ مگر کیا مجال جو گھبرائیں۔ ہر ایک مہمان سے ایسی خندہ پیشانی سے پیش آئیں گے۔ مہمان بھی سمجھیگا کہ میں اپنے گھر میں بیٹھا ہوں۔ میرے کمرے کا نمبر ۲ تھا۔ اور نہایت سلیقہ سے آراستہ تھا قیمتی قالین کا فرش۔ چار کرسیاں جن میں دو آرام کرسیاں تھیں۔ ایک چھوٹی میز کھانا کھانے کے لئے۔ ایک بڑی میز جس میں دو دراز اور ایک بڑا شیشہ تھا۔ ایک الماری کپڑے رکھنے کیلئے۔ سپرنگ دار پلنگ غسل خانہ میں تولیہ۔ صابن۔ خوشبودار تیل۔ ٹب گرم اور سرد پانی غسل کے لئے موجود۔ اور پاخانہ نہایت صاف ستھرا۔ خاکروب کو حکم ہے۔ کہ وہ ہر دو گھنٹہ کے بعد صفائی کرے۔ دن میں دو دفعہ چائے دو دفعہ کھانا۔ چائے اور کھانا بہت پُر تکلف۔ یہ امر واقعہ ہے۔ کہ مہمان نوازی گورنمنٹ پٹیالہ پر ختم ہے۔ چائل شملہ سے اونچائی پر ہے۔ موسم ایسا جیسا کہ ہمارے ہاں آخر نومبر یا شروع دسمبر کا ہوتا ہے۔ میں دوپہر کے وقت بھی لحاف لے کر لیٹا کرتا تھا۔ چند کتابیں میں اپنے ساتھ لے گیا تھا۔ مطالعہ سے وقت اچھا گذرا۔ کہتے تھے۔ کہ شملہ یہاں سے قریبًا بیس میل ہے۔ رات کے وقت چائل کے گیسٹ ہاؤس سے نیچے شملہ کی روشنی ایسی نظر آتی تھی کہ گویا شملہ زیادہ سے زیادہ دو تین میل ہی ہوگا۔ پنجابی کا یہ مصرع کئی دفعہ سُنا تھا

"اکھیاں تکیں نیڑے نیڑے قدماں بھیں دُور وے"

مگر اس کا عملی مشاہدہ پہاڑ میں ہی دیکھا۔ وہ جگہ جسے آنکھیں دیکھ کر یہ کہتی تھیں کہ دو تین میل دُور ہوگا۔ مگر قدموں کے راستے وہ پندرہ بیس میل سے کم نہ نکلتا تھا۔ میں پچھلے پہر کی چائے پینے کے بعد سیر کو چلا جایا کرتا تھا۔ سیر میں قریبًا شروع سے ہی باقاعدہ ہوں۔ اس میں ناغہ مجھے گوارا نہیں۔ اور پھر پہاڑ کی سیر کے کیا کہنے۔

قدرت پہاڑوں پر بہت مہربان ہے۔ ٹھنڈی ہوا سبزہ زار۔ اور نظارے دیدہ زیب۔ سیر میں میرا زیادہ وقت گراؤنڈ کے ارد گرد چکر لگانے میں گزرتا تھا۔ کیونکہ ایک تو گراؤنڈ کی سطح نسبتًا اونچی تھی۔ ارد گرد کی سبزی کے کیا کہنے اور دوم گراؤنڈ کی صفائی اور گھاس کا مخملی فرش۔ پھر سیر کو کسی کا دل نہ چاہے۔ ۱۹ر تاریخ کی صبح کو میں چائے پینے کے بعد مطالعہ میں مصروف تھا۔ کہ گیسٹ ہاؤس کے ایک کارکن نے مجھے آ کر اطلاع دی۔ کہ آج سرکار والاشان آپ کو فخر باریابی بخشیں گے۔ اور ایک گھنٹہ تک آپ کے لئے موٹر پہنچ جائے گی۔ آپ تیار رہیں۔ ٹھیک ایک گھنٹہ کے بعد موٹر پہنچ گئی۔ جو مجھے شاہی محل کی طرف لے گئی۔ وہاں تین چار جنٹلمین اور بھی ملاقات کے لئے موجود تھے۔ جن کی شخصیتیں کسی تشریح کی محتاج نہ تھیں۔ میں بھی ایک آرام کرسی پر جا کر بیٹھ گیا۔ گرد و نواح کا نظارہ اتنا خوش کن اور پُر کیف تھا۔ کہ اگر انسان شام تک بھی بیٹھا رہے۔ تو طبیعت نہ بھرے۔ مجھے بیٹھے ابھی ایک گھنٹہ بھی نہیں ہوا تھا۔ کہ ایک اے ڈی کانگ دوڑے ہوئے آئے۔ فرمانے لگے۔ کیا مولوی محمد یوسف خان آپ کا اسم شریف ہے؟ میں نے کہا۔ ہاں! فرمانے لگے سرکار والا نے یاد فرمایا ہے۔ یہ میری خوش قسمتی اور شری حضور مہاراجہ　　صاحب بہادر کی ذرہ نوازی۔ کہ سرکار والا نے مجھے سب سے پہلے باریابی کا فخر بخشا۔ ابھی میں کمرہ میں داخل ہونے بھی نہیں پایا تھا۔ کہ سرکار دولت مدار کرسی سے اُٹھ کر دروازے تک تشریف لائے۔ اور از راہ شاہانہ اخلاق مجھے مصافحہ کا شرف بخشا۔ اور کرسی پر بیٹھنے کے لئے اشارہ فرمایا۔ اگر میں یہ کہوں کہ شاہانہ حسن اور احسان اور اخلاق شری حضور مہاراجہ بہادر والئے پٹیالہ پر ختم ہیں تو یقینًا میں مبالغہ سے کام نہیں لونگا۔ ملاقات کے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

وقت سوائے شری حضور مہاراجہ بہادر اور اس خاکسار کے اور کوئی نہ تھا۔ قریباً آدھ گھنٹہ ملاقات رہی۔ موضوع زیادہ تر سکھ مسلم اور ہندو اتحاد رہا۔ جس کے نتیجہ میں ہندوستان کا امن و نجات وابستہ ہے۔ شری حضور سکھ مسلم اور ہندو اتحاد کے جسقدر حامی ہیں وہ اظہر من الشمس۔ اور ہوں بھی کیوں نہ۔ حضور بادشاہ ہیں۔ اور بادشاہ سب کے ہمدرد ہوتے ہیں۔ اثنائے گفتگو میں قرآن مجید کے گورمکھی و ہندی تراجم کا بھی ذکر آگیا۔ حضور از راہ نوازش فرمانے لگے۔ کہ آپ نے یہ بہت ٹھوس کام کیا ہے۔ اور ایسا ہی ٹھوس لٹریچر ہمیں ایک دوسرے کے قریب کرسکتا ہے۔ دنیا میں دُوری عموماً عدم واقفیت کا نتیجہ ہے۔ اگر ہم ایک دوسرے کو بہتر سمجھ سکیں تو پھر یہ دُوری کافی حد تک دُور ہو سکتی ہے۔ ہم تو پڑھے لکھے ہیں ہمیں علم نہیں تھا۔ کہ قرآن مجید میں کیا لکھا ہے۔ پھر بھلا اَن پڑھوں کا کیا کہنا۔ میں نے کلام پاک کے ہندی ترجمے کے مقدس تحفہ کو بھی پیش خدمت کرنے کا فخر حاصل کیا۔ اور میری خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ جب مَیں نے یہ دیکھا۔ کہ شری حضور مہاراجہ صاحب بہادر ہندی ترجمہ کا بے تکلف مطالعہ فرما رہے ہیں۔ اور خوش ہو رہے ہیں۔ اور جب میں نے اجازت چاہی تو شری حضور از راہِ اخلاق شاہانہ دروازہ تک تشریف لائے۔ اور مصافحہ کا فخر بخشا۔ یہ آدھ گھنٹہ کی ملاقات کی مبارک یاد ہمیشہ ہی میرے دل میں تازہ رہے گی۔ اور جن شاہانہ اخلاق سے شری حضور مہاراجہ بہادر نے مجھے نوازا۔ اس نے اپنے گہرے نقش میرے دل پر ایسے چھوڑے ہیں۔ کہ جو کبھی بھی نہیں مٹیں گے۔ میری صمیم قلب سے دعا ہے۔ کہ ایسے لاثانی وسیع القلب اور رواداروالیٔ ریاست کے جاہ وحشمت میں دن دگنی اور رات چوگنی ترقی ہو۔

جب میں گیسٹ ہاؤس میں واپس آیا۔ تو مَیں نے ایک دو دوستوں سے دریافت کیا۔ کہ کیا ملٹری سکرٹری صاحب اور سردار صاحب ڈیوڑھی معلّی یہاں تشریف رکھتے ہیں؟ کیونکہ مَیں ان دونوں صاحبوں کو ملاقات کا شرف حاصل کرنا چاہتا تھا۔ ملٹری سکرٹری جناب کرنل حامد حسن خان صاحب تو میرے بے تکلف مہربان اور دوست ہیں۔ ان کے بہترین ہمدرد اور اعلیٰ اخلاق کے مالک ہونے کا اندازہ آپ اس سے لگا سکتے ہیں کہ جب ۱۴ اپریل کو شری حضور مہاراجہ صاحب بہادر کے ساتھ صاحب موصوف قادیان تشریف لائے۔ تو بوقت ملاقات سب سے پہلے کرنل صاحب موصوف نے مجھ سے یہ سوال کیا۔ کہ اب آپ کی بیماری کا کیا حال ہے۔ کیونکہ کرنل صاحب موصوف کو علم ہے۔ کہ مجھے ذیابطیس کا عارضہ ہے۔ آپ بہترین منتظم بہترین دیانتدار اور بہترین اخلاق کے مالک ہیں۔ سردار صاحب ڈیوڑھی معلّے کرنل حضورا سنگھ صاحب سے گو ابھی تک مجھے ملاقات کا شرف حاصل نہیں ہو سکا۔ مگر میں نے آپ کی تعریف بہت سنی ہے۔ میرا مصمم ارادہ تھا۔ کہ اس سفر میں مَیں آپ کا نیاز ضرور حاصل کروں گا۔ مگر جب مجھے یہ معلوم ہوا۔ کہ ہر دو مذکورۃ الصدر صاحبان یہاں تشریف نہیں رکھتے۔ اور نہیں کہا جاسکتا۔ کہ کب تشریف لائیں۔ تو مجھے ان ہر دو دوستوں کی ملاقات سے محرومی کا بہت افسوس ہوا۔ مَیں نے گیسٹ ہاؤس کے ناظم صاحب سے دریافت کیا۔ کہ کل کس کس وقت کار کنڈہ گھاٹ جائیگی۔ انہوں نے کہا ویسے تو جب بھی آپ چاہیں انتظام ہو سکتا ہے۔ مگر کل دو تین ٹیمیں آرہی ہیں۔ اس لئے ہمیں آمدورفت کو ضابطہ کے ماتحت لانا پڑا ہے۔ ایک کار تو صبح آٹھ بجے جائیگی۔ اور دوسری چار بجے شام۔ ان دونوں میں سے جونسی آپ پسند فرمائیں انتظام ہو سکتا ہے۔ کنڈہ گھاٹ میں چند احمدی دوست ہیں۔ مَیں ان سے ضرور ملنا چاہتا تھا۔ اس لئے مَیں نے صبح کی آٹھ بجے کی کار کو ترجیح دی۔ بعض دوستوں نے مجھے کہا۔ کہ چند روز آپ اور ٹھہریں۔ مَیں نے کہا۔ کہ اصل غرض تو شری حضور مہاراجہ بہادر کے درشن تھے۔ سو الحمدللہ کہ وہ ہو گئے۔ اور ایک مصروف آدمی کے لئے زیادہ ٹھہرنا بہت مشکل ہے۔

جب مَیں ۲۰ ر کی صبح کو آٹھ بجے چائل سے روانہ ہو کر کنڈہ گھاٹ پہنچا۔ تو مجھے فون کے ذریعہ اطلاع ملی۔ کہ چائل سے گیسٹ ہاؤس سے یہ پیغام آیا ہے۔ کہ پانچ بجے تک مَیں کنڈہ گھاٹ ٹھہروں۔ مَیں اپنا اسباب دفتر میں رکھ کر بھائی عبدالغفور خان صاحب احمدی تحصیلدار کے ہاں پہنچا۔ وہ مجھے دیکھ کر بہت ہی خوش ہوئے۔ اور باوجود میرے سخت منع کرنے کے فوراً چائے تیار کروائی۔ پانچ بجے کے قریب گیسٹ ہاؤس کے کارکن بھی کنڈہ گھاٹ پہنچ گئے۔ اور مجھے عنایت خسروانہ سے نوازا گیا۔ گو اس سفر میں میری اہم غرض شری حضور مہاراجہ صاحب بہادر کے درشن تھے۔ مگر آنحضور کی ذات والاصفات جو حسن اور احسان میں بہت بلند مرتبہ رکھتی ہے۔ وہ مجھے عنایت خسروانہ سے کیسے محروم رکھ سکتی تھی۔ میں شری حضور مہاراجہ صاحب بہادر کی کس کس عنایت کا شکریہ ادا کروں۔ اور سچ تو یہ ہے۔ کہ میری زبان شکریہ ادا کرنے سے بالکل قاصر ہے۔ ہاں میرے روم روم سے ہزہائینس شری حضور مہاراج ادھیراج کے لئے دعائیں نکل رہی ہیں۔ کہ خدا تعالےٰ آپ کے اقبال و جاہ و حشمت میں دن دگنی اور رات چوگنی ترقی دے۔

کنڈہ گھاٹ کے خدام الاحمدیہ (جنکے روح رواں جناب عبدالغفور خانصاحب ہیں) نے میری عزت افزائی میں ٹی پارٹی کا انتظام کیا۔ اور مجھے ایڈریس دیا۔ اور بوقت روانگی اسٹیشن پر مجھے پھولوں کے ہاروں سے لاد دیا۔ میں اپنے ان بھائیوں کا بہت ہی شکر گذار ہوں۔ اگر یہ صاحب مجھ سے دریافت کرتے۔ تو میں کبھی اس تکلف سے اتفاق نہ کرتا۔ جو کچھ بھی ہوا میری بے خبری کی حالت میں۔ جس کا مطلب یہ۔ کہ ان بھائیوں کو واقعی اپنے ایک مسافر بھائی کیساتھ دلی ہمدردی تھی۔ اللہ کریم ان بھائیوں کا حامی و ناصر ہو۔ اور حسنات دارین سے سرفراز فرمائے۔ مَیں خود کے ناظرین سے یہ عرض کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کہ وہ ضرور اپنے خاص اوقات میں ہزہائینس شری حضور مہاراجہ بہادر والیٔ پٹیالہ کے جاہ و حشمت کی ترقی اور درازیٔ عمر کیلئے دردِ دل سے دعا فرمائیں۔ کیونکہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

شذرات

شری گورو گرنتھ صاحب کا اردو ترجمہ

دنیا میں دوری اور بعد محض عدم واقفیت کا نتیجہ ہے۔ اگر ہم ایک دوسرے کو پہچان سکیں۔ تو یہ دوری کافی حد تک دور ہو سکتی ہے۔ اسی نقطۂ خیال سے میں نے سالہا سال کی محنت شاقہ کے بعد کلام مجید کے گورمکھی و ہندی تراجم کئے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گورمکھی و ہندی سیرت۔ ان تراجم اور سیرت نے ہندو اور سکھ صاحبان پر جو خوشگوار اثر کیا۔ وہ "نور" کے ناظرین وقتاً فوقتاً "نور" میں ملاحظہ فرماتے ہی رہتے ہیں۔ اب میری یہ خواہش ہے کہ کوئی باہمت سکھ دوست شری گورو گرنتھ صاحب کا اردو ترجمہ کر دے یقیناً وہ ایسا کر کے تمام اردو دان پبلک پر بے نظیر احسان کریں گے۔ ستمبر ۱۹۱۵ء کو جب میری مرحومہ بیوی کی وفات ہوئی۔ تو یقیناً اس وقت مجھ پر اچانک غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا تھا کیونکہ ایک ہی وقت میں بہت سی مشکلات نے مجھے گھیر لیا تھا ایسی مشکلات جو بڑے سے بڑے دل گردہ والے کا بھی حوصلہ توڑ دیں۔ ایسی حالت میں اگر کوئی کتاب یا نوشتہ میری ڈھارس کا موجب بنا اور بلاشبہ جس نے میرے مردہ تن میں جان ڈال دی۔ اور مجھے شانتی اور اطمینان قلب سے ہم کنار کیا۔ تو قرآن شریف کے بعد شری گورو گرنتھ صاحب اور گیتا تھے۔ گو مجھے ذیابیطس کا عارضہ ہے۔ مگر باوجود اس کے مجھے شری گورو گرنتھ صاحب کا اردو ترجمہ کرنے میں دریغ نہیں بلاشبہ یہ بڑی ضخیم پستک ہے اور اس کا ترجمہ کم از کم پندرہ سال کی محنت شاقہ کو چاہتا ہے۔ مگر مجھے اس سے بھی دریغ نہیں۔ اور میں ہر کار خیر کے بجا لانے کو اپنی خوش قسمتی سمجھتا ہوں۔ مگر مشکل یہ ہے۔ کہ خواہ میں کتنی احتیاط کروں۔ مگر میرا نام محمد یوسف ہے۔ اور مجھے اندیشہ ہے کہ میری وہ غرض پوری نہ ہو سکیگی۔ جس غرض کو لیکر میں اس ترجمہ کی تحریک کر رہا ہوں۔ سکھوں میں بہترین سے بہترین ودوان اور ادر گیانی ہیں خصوصاً نرملے سادھو۔ مگر مشکل یہ ہے۔ کہ شائد نرملے سادھوؤں میں اردو دان کم ملیں۔ سکھوں میں سردار امر سنگھ صاحب ایڈیٹر "شیر پنجاب" اردو کے اچھے رائٹر ہیں۔ اور شری گورو گرنتھ صاحب کے بھی اچھے واقف ہیں۔ مگر پھر بھی بطور احتیاط اگر وہ کسی نرملے ودوان کی مدد حاصل کر سکیں۔ جو ان کیلئے مشکل نہیں ہے۔ تو یقیناً وہ اس کام کو بہتر رنگ میں سرانجام دے سکیں گے اور ایسا کر کے ایڈیٹر صاحب موصوف بلاشبہ نہ صرف یہی۔ کہ اردو دان پبلک پر بہت احسان کریں گے۔ بلکہ دو مواحد اقوام کو ایک دوسرے کے قریب لا سکیں گے۔ جس سے بڑھ کر کوئی کار خیر نہیں۔

مسلمانوں کی آبادی کیسے بڑھتی ہے؟

اس عنوان سے ۲۲ جون کا "پرکاش" لکھتا ہے۔ کہ "صرف لاہور شہر میں ماہ فروری۔ مارچ اور اپریل میں ۱۰۰۶۔ اور ۱۰۸۹ اور ۲۸۶ مسلم بچے پیدا ہوئے۔ جبکہ انہی تین مہینوں میں غیر مسلم جن میں ہندو۔ عیسائی۔ سکھ اور اچھوت شامل ہیں سب ملا کر ۵۳۵ و ۶۳۰ و ۴۱۱ بچے پیدا ہوئے۔ مسلمانوں میں ۴۳۰ و ۵۰۰ و ۱۹ اور ۴۶۹ موتیں ہوئیں۔ جبکہ غیر مسلموں میں ۳۱۶ و ۴۰۶ اور ۳۴۳ موتیں ہوئیں۔ گویا تین ماہ میں صرف لاہور شہر کی مسلم آبادی میں ۱۲۳۲ افراد کا اضافہ ہوا۔ اور غیر مسلموں میں صرف ۴۶۱ افراد کا۔" ایک وقت تھا جبکہ غیر مسلم دوست مسلمانوں کی بڑھی ہوئی آبادی پر یہ الزام لگاتے تھے۔ کہ اسلام بزور شمشیر پھیلا ہے۔ حالانکہ ہندوستان میں گذشتہ سو سال کے عرصہ میں مسلمانوں کی آبادی میں حیرت انگیز اضافہ ہوا ہے۔ جبکہ مسلمان سیاسی رنگ میں ایک دوسری قوم کے ماتحت ہیں۔ اور اقتصادی رنگ میں کافی حد تک ہندوؤں کے ماتحت ہیں۔ امر واقعہ تو یہ ہے کہ اسلام جو پھیلا ہے یا پھیل رہا ہے۔ تو صرف اپنی روحانی فوقیت کی وجہ سے۔ اور اس کے علاوہ کچھ اور بھی اسباب ہیں۔ جن کے متعلق ۲۲ جون کے معاصر "شیر پنجاب" نے ایک حد تک روشنی ڈالی ہے اور وہ روشنی یہ ہے۔ ہمعصر موصوف لکھتا ہے کہ "سبزیوں سے بھی آدمی موٹا اور تر و تازہ تو ہوتا ہے۔ مگر بیل یا سانڈ کی طرح اس میں شیر کی سی پھرتی جیسی چالاکی حوصلہ اور قوت مہاں پرشاد (گوشت) کے بغیر نہیں آ سکتی۔ دودھ۔ دہی۔ گھی۔ گندم۔ کڑاہ پرشاد (حلوا) اور مہاں پرشاد (گوشت) بہترین غذا ہے۔ اپنے بچوں کو دودھ بکثرت پلاؤ۔ مکھن کھلاؤ۔ انڈے اور مہاں پرشاد (گوشت) کھلاؤ۔ اور پھر دیکھو وہ کس طرح مضبوط۔ طویل القامت اور طویل العمر ہوتے ہیں۔" "شیر پنجاب" نے بات تو پتے کی کہی ہے۔ گو مقوی خوراکوں میں دودھ اور مکھن کو بھی جگہ ہے۔ مگر انڈے اور گوشت سے کیا نسبت؟ کیا "پرکاش" اس معقول مشورہ پر غور کریگا۔ اگر اسے اس کے حل میں کچھ دقت پیش آئے۔ تو پھر وہ اپنے پڑوسی ہمعصر "آریہ گزٹ" سے مشورہ لے لے یقیناً وہ ایک منٹ میں ہی اس مشکل کا حل کر دیگا۔

سکھ آریوں کی نظر میں

۲۲ جون کا "پرکاش" "سبھاؤں کی توجہ کیلئے" کے ہیڈنگ کے تحت لکھتا ہے۔ کہ "پچھلے دنوں علیگڑھ میں سکھوں کی جو تبلیغی کانفرنس ہوئی تھی۔ اس پر [illegible] ہزار ہریجنوں (اچھوتوں) کو سکھ بنا لیا گیا۔ ہو سکتا ہے۔ کہ مبالغہ آمیزی سے کام لیا گیا ہو۔ مگر یہ فرض کر لینے سے کام نہیں چلتا۔ آریہ پرتی ندھی سبھا پنجاب نے اپنے سالانہ اجلاس میں اس سلسلہ میں کچھ رزلیوشن بھی منظور کی تھی۔ اسے [illegible] ہئے کہ صورت حالات کا مقابلہ کرے" ویسے تو آریہ سماجی یہ [illegible] سکتے نہیں۔ کہ سکھ ہندو نہیں۔ مگر جب سکھ اپنی ترقی کے [illegible] جد و جہد کرتے ہیں۔ تو پھر یہ فوراً غیر بن جاتے ہیں۔ یہ ایک [illegible] سے دو ہوائیں کیوں؟ جب ہندوؤں کو سکھوں سے کچھ کام لینا ہو تو پھر یہ ہندو۔ اور جب سکھ اپنی بقا کیلئے جد و جہد کریں۔ تو پھر یہ بیگانے کیسا والے اچھوت ہزاروں سالوں سے ہندوؤں سے چھٹے ہوئے ہیں۔ زمانہ میں کئی انقلاب آئے زمین اور آسمان بدل گئے۔ مگر ہندوؤں کے نزدیک یہ اب بھی ایسے ہی اچھوت ہیں جیسا کہ ہزاروں سال پہلے تھے۔ اگر سکھ انہیں اپنے ساتھ ملا کر ان کی تمدنی حالت کو اونچا کرنا چاہتے ہیں۔ تو آریوں کو تکلیف کیوں ہو؟

اے باد صبا ایں ہمہ آوردہ تست

ہمعصر "شیر پنجاب" لکھتا ہے۔ کہ "ہم یہ تسلیم کرتے ہیں۔ کہ مسلمانوں میں ذات پات کا خیال سکھوں کی نسبت بہت کمزور ہے لیکن یہ غلط ہے۔ کہ کوئی ہندو مسلمان ہو کر ذات پات کا بالکل قائل ہی نہیں رہتا۔ کیا مسلمان جاٹ مسلمان راجپوت مسلمان کمبو۔ مصلی وغیرہ نہیں ہیں؟ کیا ان میں سید۔ ارائیں۔ اعوان مغل پٹھان کھوکھر پراچے۔ لوہار۔ ترکھان وغیرہ برادریاں نہیں ہیں؟ اگر ایسا ہوتا۔ تو ایکٹ انتقال اراضی میں مسلمان من حیث القوم ہی زراعت پیشہ یا غیر زراعت پیشہ قرار دیئے جاتے۔ مگر انکی تو سینکڑوں ذاتیں ہیں۔" یہ صحیح ہے۔ مگر یہ ماحول کا اثر اور ہمسائیگت کی برکت۔ ورنہ خالص اسلامی ممالک مثلاً افغانستان

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ایران ۔عرب اور عراق وغیرہ اس تفریق سے بالاتر ہیں ۔ اور حقیقی معنوں میں اسلامی تمدن وہاں ہی ہے ۔مگر باوجود ماحول کے اسقدر غیر معمولی اثر انداز ہونے کے پھر بھی ہندوستان کے مسلمانوں میں جو مساوات کی روح پائی جاتی ہے ۔ وہ آپ ہندوستان کی دیگر مذہبی جماعتوں میں نہیں پائیں گے ۔اگر مسلمان ہمت کریں ۔تو یہ من حیث القوم زراعت پیشہ بن سکتے ہیں ۔ جیسا کہ عیسائیوں نے ہمت کر کے کافی حد تک کامیابی حاصل کر لی ہے

ڈاکٹر ثناء اللہ صاحب مرحوم

ڈاکٹر صاحب موصوف نور ہسپتال کے سیکنڈ انچارج تھے اُن کی وفات نے قادیان کی پبلک سے ایک ہمدرد ڈاکٹر چھین لیا ہے ۔ مجھے مرحوم سے ایک دفعہ ہی واسطہ پڑا جس محبت اور ہمدردی سے پیش آئے اس کی نیک یاد بہت دیر تک رہیگی ۔ ایک ڈاکٹر کا بہترین وصف ہمدرد ہونا ہے ۔ہمدردی کا برتاؤ ہی نصف بیماری کو دور کر دیتا ہے ۔ اور یہ وصف مرحوم میں خاص طور پر تھا ۔ اور یہی وجہ ہے ۔ کہ ان کی وفات کو پبلک غیر معمولی محسوس کر رہی ہے ہم قلب سے دعا ہے ۔ کہ خداوند تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل بخشے ۔

اچھوتوں میں تبلیغ

اسی اخبار میں آپ نے کسی دوسری جگہ پڑھا ہوگا ۔ کہ سکھوں کی باہمت قوم نے پچھلے دنوں علی گڑھ میں قریباً پچیس ہزار کہلانے والے اچھوتوں کو سکھ بنا لیا ۔خود سکھ صاحبان کو بھی اعتراف ہے ۔ کہ مسلمانوں میں ذات پات کا خیال بہت ہی کمزور ہے ۔ اور یہ بھی مسلمہ ہے ۔ کہ اگر کوئی مذہب حقیقی معنوں میں ان کہلانے والے اچھوتوں کو مساوات دے سکتا ہے ۔ تو وہ صرف اسلام ہی ہے ۔کیونکہ اسلام ہی کی یہ تعلیم ہے ۔اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ ۔ یعنی تم میں سے وہی مکرم ہے جو زیادہ پرہیز گار ہے ۔ اگر مسلمان ہمت کریں تو چند سالوں میں ہی کہلانے والے اچھوتوں کی کایا پلٹ سکتے ہیں ۔ ایسا کر کے نہ صرف یہی کہ ہم روحانی رنگ میں ہی اجر عظیم کے مستحق بنیں گے ۔ بلکہ سیاسی رنگ میں بھی ۔ کیونکہ آنے والے ہندوستان میں سیاسی باگ ڈور اسی قوم کے ہاتھ میں ہوگی ۔ جن کی تعداد زیادہ ہوگی ۔ مگر حیرت تو یہ ہے ۔ کہ مسلمان اپنے مستقبل سے بے پرواہ ہو کر گہری نیند سو رہے ہیں تعجب

ہے یاران تیز گام نے محمل کو جا لیا
ہم محو نالہ جرس کاروان رہے

"نور" کا دور جدید

گذشتہ تین سال "نور" پر بہت ہی کٹھن گزرے ہیں ۔ اگر میری جگہ کوئی اور ہوتا ۔ تو وہ ان مشکلات کا دو ماہ بھی مقابلہ نہ کر سکتا ۔ اور زیادہ سے زیادہ ایک ششماہی کے اندر ہی اخبار کو بند کر کے بیٹھ جاتا ۔ اپنے اور بیگانے مانتے ہیں کہ "نور" تبلیغ کا ایک بے نظیر حربہ ہے ۔اس لئے میں نے زیادہ سے زیادہ مشکلات کو برداشت کرتے ہوئے اسے جاری رکھا ۔ ہاں مجبوراً یہ ضرور کرنا پڑا ۔ کہ پرچوں کی تعداد کو نصف کر دیا گیا ۔ مگر اس کیسا تھ ہی ۔ اس کا چندہ بھی نصف کر دیا گیا کیونکہ یہ ایمان داری سے بعید تھا ۔ کہ آٹھ آنے کی چیز دیکر روپیہ وصول کیا جائے ۔ اب جونہی مجھے تحریک جدید سے روپیہ ملا ۔ "نور" پھر پہلی رفتار اور آن بان کیساتھ میدان میں آجائیگا ۔ اور اسکا چندہ پھر وہی جو آج سے تین سال پہلے تھا یعنی تین روپے سالانہ ہوگا ۔کیونکہ جب اسکی رفتار ڈبل ہو جائیگی ۔ تو یقیناً خرچ بھی ڈبل ہو جائیگا ۔ اور پھر جب لوگوں کو تین روپے کی بجائے چار روپے کی چیز دیجائیگی ۔ تو انہیں تین روپے کی ادائیگی میں دریغ ہی کیا ہونا چاہیئے ۔ آج سے تین سال پہلے کاغذ بہت سستا تھا ۔ اور اب کاغذ کی قیمت قریباً پانچ گنا زیادہ ۔ مگر "نور" کی قیمت وہی رہیگی ۔ جو آج سے تین چار سال پہلے تھی یعنی تین روپے سالانہ ۔ امر واقعہ تو یہ ہے کہ موجودہ حالات میں ان بڑھے ہوئے اخراجات کیساتھ اور اس اقل اشاعت میں یہ تین روپے چندہ اکتفا نہیں کر سکتا ۔ بہت کافی رقم اپنی گرہ سے ڈالنی پڑیگی ۔ بچت کا تو سوال ہی کیا ۔ مگر نور کے اجراء کی اہم غرض تبلیغ ہے جس کی ہندوستان میں اشد ضرورت ہے اور شروع سے ہی یہ اہم غرض میرے مد نظر رہی ہے ۔ اور الحمدللہ اس میں میں سو فیصدی کامیاب رہا ہوں ۔ پھر "نور" کیلئے ایک اور مشکل ہے جسکا ناواقف لوگ اندازہ نہیں لگا سکتے ۔ وہ یہ کہ نور کا یہ کام نہیں کہ وہ آسانی سے بیکری تک دوسرے اخباروں سے مضامین نقل کر کے اپنے ناظرین کے سامنے پیش کر دے ۔ برخلاف اس کے "نور" کو شروع سے ہی غیر مذاہب کیلئے نہایت تحقیق کے ساتھ مضامین لکھنے پڑتے ہیں ۔ اور بعض اوقات ایک ایک مضمون کے لئے ہزار ہا اوراق پر دیدہ ریزی کرنی پڑتی ہے ۔ اور "نور" نے اسوقت تک اپنے سنہری مسلک کو قائم رکھا ہے ۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ بھی قائم رہیگا ۔ دوست دعا فرمائیں کہ خداوند قدوس مجھے اس سے بھی بڑھ چڑھ کر خدمت دین کی توفیق بخشے آمین

آپ بیتی

یہ غالباً ۱۹۲۶ء کی بات ہے ۔ کہ مجھے ایبٹ آباد لیکچر دینے کیلئے حکم ہوا ۔ میرا لیکچر "محاسن اسلام" پر تھا ۔ جو قریباً اڑھائی گھنٹے جاری رہا ۔ جب میں نے لیکچر ختم کیا ۔ تو سب سے پہلے صاحبزادہ نواب سر عبدالقیوم خان صاحب مرحوم نے مجھ سے مصافحہ کیا ۔ اور فرمایا ۔ کہ مولانا میں آپ کو مبارکباد دیتا ہوں ۔ میرے لئے یہ پہلا موقعہ ہے ۔ کہ میں ایسا علمی لیکچر سن رہا ہوں ۔ اس کے بعد معزز حاضرین کا جتنا طبقہ تھا سب نے مجھے مصافحہ کا شرف بخشا ۔ اس لیکچر میں حاضری پانچ چھ ہزار سے کم نہ ہوگی ۔ سامعین میں جناب مولوی غلام محی الدین صاحب جنرل سکرٹری انجمن حمایت اسلام لاہور بھی تھے ۔ انہوں نے اپنی رائے کا اظہار کرنے کے بعد فرمایا کہ مجھے آپ وعدہ دیں ۔ کہ آپ انجمن حمایت اسلام کے جلسہ پر ضرور آئیں گے ۔ میں نے کہا ۔ سپاہی کا کام جہاد کرنا ہے ۔ مجھے دریغ نہیں بلکہ خوشی ۔ کیونکہ اس ذریعہ اگر میں آپکی انجمن کی کچھ بھی خدمت کر سکوں ۔ تو پھر میری خوشی کے کیا کہنے ۔ غالباً ان دنوں ایک "شہباز" نامی اخبار راولپنڈی سے شائع ہوتا تھا ۔ اور اس کے ایڈیٹر صاحب حاضرین میں موجود تھے ۔ انہوں نے میرے لیکچر کی اپنے اخبار میں بے حد تعریف کی ۔ یہ سب خدا کا فضل ہے ورنہ من آنم کہ من دانم دوسرے روز جب میں صبح سیر سے واپس آ رہا تھا ۔ تو ایک عالیشان کوٹھی سے ایک جنٹلمین نے مجھے باواز بلند پکارا ۔ کہ مولوی صاحب ! میری بات سن کر جائیں ۔ میں جب کوٹھی میں داخل ہوا ۔ تو سب سے پہلے انہوں نے معذرت کی کہ میرا اسطرح آواز دینا نامناسب تھا ۔ مگر آپ کے کل کے لیکچر کا مجھ پر اسقدر اثر ہے ۔ کہ ۔ بے ساختہ میں آپ کو اسطرح آواز دینے کیلئے مجبور ہو گیا ۔ میں نے عرض کیا ۔ کوئی مضائقہ نہیں ہم میں ایسی ہی بے تکلفی ہونی چاہیئے ۔ انہوں نے میرے لئے پر تکلف چائے تیار کروائی ۔ میں چائے پی کر ہی گھر سے نکلا تھا ۔ ان کی دل کی چاہ نے مجھے بے بس بنا دیا ۔ کہ میں انکے حکم کی تعمیل کروں ۔ جب ہم چائے پی چکے ۔ تو انہوں نے فرمایا ۔ کہ اگر میں آپ سے ایک سوال کروں تو آپ برا تو نہیں مانیں گے ۔ میں نے کہا ۔ ہرگز نہیں فرمانے لگے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

آپ یہ فرمائیے۔ کہ آپ جیسا زیرک انسان قادیانی کیسے ہوگیا؟ مَیں نے عرض کیا مجھ میں یہ زیرک پن قادیان نے ہی پیدا کیا۔ یہ جواب سنکر وہ صاحب بالکل خاموش ہو گئے۔ اگر میری یاد غلطی نہیں کرتی۔ تو ان کا نام نامی غالبًا جناب سعد اللہ خان صاحب تھا۔ جوان دنوں غالبًا افسر مال تھے۔ اور اس کے بعد صاحبزادہ سر عبد القیوم کی وزارت کے عہد میں وہ کسی شعبہ کے وزیر بھی رہے ہیں۔ غالبًا انہوں نے مجھے یہ بھی فرمایا تھا۔ کہ میں حضرت میاں بشیر احمد صاحب ایم۔ اے کا کلاس فیلو ہوں یا کالج فیلو۔

انجمن حمایت اسلام میں میرا لیکچر

دوسرے سال مارچ کے شروع میں ہی مجھے انجمن حمایت اسلام کے سکرٹری صاحب کی جانب سے خط پہنچ گیا۔ کہ پروگرام میں آپ کا نام رکھ دیا گیا ہے۔ اس لئے اب آپ کو ضرور ہی جلسہ میں آنا ہوگا۔ غالبًا اپریل کا مہینہ تھا۔ اور ایسٹر کی تعطیلات۔ مجھے پینتالیس منٹ ملے۔ اور اس انجمن کے جلسہ میں پینتالیس منٹ سے زیادہ شائد ہی کسی کو وقت ملتا ہو۔ میرے لیکچر میں آنریبل جسٹس خان بہادر شیخ دین محمد صاحب صدر تھے صاحب موصوف صبح کے بیٹھے بیٹھے غالبًا کچھ تھکے ہوئے تھے۔ مجھے آہستہ سے فرمانے لگے میں مشکور ہونگا اگر آپ اپنے لیکچر کو وقت سے پہلے ہی ختم کر دیں۔ مَیں نے عرض کیا۔ کوشش کرونگا۔ کہ آپ کے ارشاد کی تعمیل ہو سکے۔ جب پینتالیس منٹ ختم ہوئے اور مَیں نے اپنے لیکچر کو وہیں سٹاپ کرنا چاہا۔ تو حاضرین نے کثرت رائے سے نہیں۔ بلکہ اتفاق رائے سے پُر زور آوازیں بلند کیں۔ کہ یہ لیکچر جاری رہنا چاہیئے۔ جب تک یہ ختم نہ ہو ہم ہرگز نہیں اٹھینگے۔ اور جناب صدر نے بھی حاضرین کے اس تقاضا کو مدنظر رکھتے ہوئے بخوشی اجازت دیدی۔ اور میرا لیکچر ایک گھنٹہ مزید جاری رہا۔ وہ بھی میں نے اختصار سے کام لیا۔ ورنہ اس سے بھی زیادہ جاتا۔ جب میں نے اپنا لیکچر ختم کیا۔ تو ایک جنٹلمین نے فورًا اپنی کرسی خالی کر دی۔ فرمایا۔ کہ آپ یہاں تشریف رکھیئے۔ میں نے ہرچند عذر کیا۔ کہ یہ نامناسب ہے۔ کہ جناب کھڑے رہیں اور مَیں بیٹھوں۔ انہوں نے فرمایا۔ آپ ہمارے معزز مہمان ہیں۔ اور آپ کا احترام ہمارا فرض ہے۔ بعد میں مجھے معلوم ہوا۔ کہ یہ جنٹلمین آنریبل سر شفیع مرحوم تھے۔ دوسرے روز جب میں جلسہ گاہ میں اس نیت سے گیا۔ کہ آج میں دیگر احباب کے لیکچر سنونگا۔ ابھی مجھے بیٹھے پانچ ہی منٹ ہوئے تھے کہ مولانا غلام محی الدین خان صاحب قصوری سکرٹری انجمن حمایت اسلام میرے پاس آئے۔ کہ سب لوگ آپ کے ہی لیکچر سننے کے خواہشمند ہیں۔ اس لئے آپ تشریف لائیے۔ میں بہت شش و پنج میں پڑ گیا۔ کیونکہ اس روز میری کوئی تیاری نہ تھی۔ پھر انجمن حمایت اسلام کے پلیٹ فارم پر لیکچر دینا کوئی خالہ جی کا گھر نہ تھا۔ کیونکہ وہاں بڑے سے بڑے لیکچرار کو تھوڑی سی بے احتیاطی کا بھی نمایاں خمیازہ اٹھانا پڑتا ہے۔ یقینًا اس پلیٹ فارم پر پنجاب کیا یو۔پی کا بھی بہترین دماغ موجود ہوتا ہے۔ پھر خصوصًا کالج کے طلباء میں سے بعض بہت "دل چلے" ہوتے ہیں۔ اور وہ چند منٹوں میں ہی لیکچرار کو بنا کر رکھ دیتے ہیں۔ مَیں نے اللہ کے حضور دعا کی۔ کہ اے خدا! آج تو ہی لاج رکھنے والا ہے۔ اس وقت کے اجلاس کے سر شفیع مرحوم صدر تھے۔ جب مَیں لیکچر کیلئے کھڑا ہوا۔ اس وقت بھی میرے سامنے لیکچر کے لئے کوئی موضوع نہ تھا۔ مجھے معزز صدر نے فرمایا کہ اگر آپ اجازت دیں۔ تو مَیں ایک دو اعلان کر دوں۔ مَیں نے عرض کیا۔ بخوشی قریبًا پانچ منٹ مجھے مل گئے اور ایک شاندار موضوع میرے سامنے آگیا۔ وہ یہ کہ "اسلام نے ہندوستان پر کیا اثر ڈالا" اور یہ میرا لیکچر پہلے لیکچر سے بھی زیادہ کامیاب رہا۔ اور حاضرین اور صدر نے خوشی سے اتنی تالیاں بجائیں کہ تمام پنڈال گونج اٹھا۔ "مسلم اوٹ لک" اور اخبار "زمیندار" نے یہ لکھا۔ کہ یہ ایک معرکۃ الآرا لیکچر تھا۔ میرے یہ لیکچر سُن کر حاضرین میں سے بعض کو قادیان دیکھنے کا بھی شوق ہوا۔ اور بعض معزز حاضرین نے مجھے یہ بھی کہا۔ کہ آپ اپنا اخبار لاہور لے آئیں۔

پہلے پتھر پھر پھول

یہ غالبًا ۱۹۱۴ء کا واقعہ ہے۔ یاد ش بخیر مولوی عبد السلام صاحب مرحوم جنہیں تبلیغ کا بہت شوق تھا میرے لئے انہوں نے بنگہ کی اجازت لی۔ مَیں نے انہیں کہہ بھی دیا تھا کہ مجھ پر ایک ہفتہ وار اخبار کا بوجھ ہے۔ اور میں اکیلا ہی کام کرنیوالا ہوں۔ انہوں نے مجھے تسلّی دلائی۔ کہ آپ خاطر جمع رکھیں۔ آپ کو بنگہ سے ہی واپس کر دیا جائیگا۔ مَیں نے خیال کیا۔ کہ دو چار روز کی بات ہے۔ چنداں مضائقہ نہیں۔ میرے ساتھ مولوی عبد الرحیم صاحب نیّر اور مولوی عبید اللہ صاحب مرحوم بھی تھے۔ بنگہ میں تبلیغی لیکچر ہوئے۔ اور مَیں واپس آنے کیلئے تیار ہو رہا تھا۔ کہ مولوی عبد السلام صاحب نے مجھے ایک خط دکھلایا کہ مرکز سے آپکے لئے یہ حکم ہے۔ کہ آپ کاٹھ گڑھ بھی پہنچیں۔ مَیں نے دل میں کہا۔ اچھی رہی۔ کاٹھ گڑھ پہنچا لیکچر دئیے۔ جو خدا کے فضل سے بہت مقبول رہے۔ غالبًا آریوں وغیرہ کیساتھ مباحثہ کی صورت بھی تھی ابھی کاٹھ گڑھ کا معاملہ طے نہ ہونے پایا تھا۔ کہ مولوی عبد السلام صاحب نے مرکز کا ایک اور خط سامنے رکھ دیا۔ کہ اب آپ کے لئے روپڑ جانیکا ارشاد ہے۔ ایک باقاعدہ مبلغ جو باقاعدہ تنخواہ لے رہا ہو۔ اس کا تو یہ کام ہی ہے۔ مگر وہ شخص جو آنریری کام کر رہا ہو۔ اور جس کا ذریعہ معاش کچھ اور ہو۔ پھر اس میں بھی ہزاروں روڑے۔ اُس کی مشکلات کا اندازہ کون لگائے۔ مگر پھنسی کو چھٹکن کیا ہے ؎ این ہم اندر عاشقی بالائے غمہائے دگر

روپڑ کے لئے بھی رخت سفر باندھنا ہی پڑا۔ جب مَیں وہاں پہنچا تو ایک احمدی دوست جن کے مکان پر جا کر ٹھہرے۔ وہ بے پناہ مخالفت کی تاب نہ لا کر بھاگ گئے جس گلی اور کوچہ سے ہم نکلتے تھے۔ تالیوں۔ گالیوں اور بعض حالات میں پتھروں سے ہماری آؤ بھگت ہوتی تھی۔ ہم تنور سے کھانا کھایا کرتے تھے۔ تنور والوں کو منع کیا گیا۔ کہ ان کافروں کو کھانا مت دو۔ ایک مشکل ہو تو انسان اسکا ذکر کرے۔ انہی دنوں وہاں ایک صاحب بابو خدا بخش ہیڈ کلرک محکمہ نہر رہتے تھے۔ جو خیالات کے لحاظ سے لاہوری جماعت سے تعلق رکھتے تھے۔ انہوں نے کہا۔ کہ جو ہوگا دیکھا جائے گا۔ میں اپنے مکان میں آپکے لیکچروں کا انتظام کرواتا ہوں۔ جب لوگوں کو یہ علم ہوا۔ کہ بابو خدا بخش صاحب نے یہ حوصلہ کیا ہے تو مخالفین کی جانب سے انہیں یہ خط پہنچا۔ اگر آپ نے انکے لیکچر کروائے۔ تو آپ کا حقہ پانی بند کر دیا جائیگا۔ اس کے جواب میں ازراہِ مذاق انہوں نے یہ کہا۔ کہ حقہ تو میں پہلے ہی نہیں پیتا۔ اور کنوآں میرے گھر ہی ہے۔ لہذا حقہ پانی کی بندش کا مجھ پر کیا اثر ہو سکتا ہے۔ آخری وقت تک مخالفت جاری رہی۔ مگر یہ صاحب خاطر میں نہ لائے۔ پہلے جناب نیّر صاحب کا لیکچر ہوا۔ پھر مولوی عبید اللہ صاحب مرحوم کا۔ اور اس کے بعد میرا۔ باوجود پکٹنگ کے حاضری اچھی تھی۔ اور ان میں بعض شہر کے عمائد بھی موجود تھے جب میرا لیکچر ختم ہوا۔ تو ایک ڈپٹی کمشنر صاحب

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جن کا نام غالباً سید صابر علی شاہ صاحب تھا معہ دو تین دوستوں کے اسٹیج پر تشریف لائے۔ اور مجھ سے مصافحہ کیا۔ اور کہا۔ کہ ماہ اگست میں یہاں آریہ سماج کا جلسہ ہونیوالا ہے۔ آپ وعدہ کریں کہ اس موقعہ پر آپ ضرور آئیں گے۔ میں نے کہا ضرور۔ ماہ اگست میں روپڑ سے مجھے تار آیا۔ کہ حسب وعدہ فوراً پہنچئے۔ میں نے حضرت اقدس کے حضور اس تار کو رکھا۔ اور حضور نے فرمایا۔ کہ ضرور جانا چاہیئے۔ میں نے اپنے معزز دوست نیّر صاحب کو بھی ساتھ لیا۔ جب ہم وہاں پہنچے۔ تو جن بازاروں اور گلی اور کوچوں سے ہم پر پتھر پڑتے تھے۔ انہی بازاروں میں دوست دورویہ کھڑے ہو کر محبت بھرے مصافحوں سے ہمارا استقبال کر رہے تھے۔ ایک ہی لیکچر نے اور وہ بھی زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹہ کے لیکچر نے کتنا زبردست اثر کیا۔ نار نور ہو گئی۔ اور دیو حور۔ آریہ سماج نے تبادلہ خیالات سے انکار کر دیا۔ گویا بالفاظ دیگر ہم نے کھڑی مار لی۔ دو میرے لیکچر ہوئے۔ اور دو نیّر صاحب کے۔ پبلک پر وہ اثر ہوا۔ کہ کیا کہنے۔ خدا کے کرم سے میرے لیکچر ہمیشہ ہی سلسلہ کا نام روشن کرنے کا موجب رہے ہیں۔

مرکزی خطوط کا تسلسل

جب بابو خدا بخش صاحب کے مکان میں میں لیکچر دیکر فارغ ہوا تو مولوی عبد السلام صاحب مرحوم نے مرکز کا ایک اور خط میرے سامنے رکھدیا۔ کہ اب آپ کے لئے بیلے جانے کا حکم ہے۔ میں نے دل ہی میں کہا۔ خوب رہی۔ اور بطور دل لگی کے مولوی صاحب کو کہا۔ کہ بلی کنوئیں میں پڑا ہے۔ جو چاہو سلوک کرو۔ مگر کاٹھ کی ہنڈیا ایک دفعہ ہی چڑھتی ہے۔ گرمی سخت تھی۔ جون کا مہینہ تھا۔ آسمان آگ برسا رہا تھا اس لئے رات کے وقت بطرف بیلہ روانہ ہوئے۔ بیلہ میں ایک بھائی غالباً ان کا نام چودھری عبد اللہ خاں تھا جو وہاں کے نمبردار بھی تھے نے باغ میں انتظام کیا ہوا تھا۔ باغ کا گھنا اور ٹھنڈا سایہ۔ اور پھر گاؤں کی ہر ایک نعمت موجود۔ دودھ۔ لسّی۔ مکھن۔ گھی وغیرہ۔ وہاں میرے اور میرے ساتھیوں کے لیکچر ہوئے۔ جو کامیاب رہے۔ حاضری کافی تھی۔ اور میں خوش تھا۔ کہ اب میرا چھٹکارا ہو جائیگا۔ مگر ابھی میں اپنے دل میں یہ خیالی پلاؤ پکا ہی رہا تھا۔ کہ مولوی صاحب مرحوم نے مرکز کا ایک اور حکم نکال کر دکھلا دیا۔ کہ اب آپ کیلئے ماچھیواڑہ جانے کا حکم ہے۔ میں نے مولوی صاحب کو کہا۔ کہ جتنے پستول آپ نے داغنے ہیں۔ ایک ہی دفعہ داغ دیجئے۔ باری باری کیوں داغ رہے ہو۔ تاکہ جو فیصلہ کرنا ہے میں ایک ہی دفعہ کروں۔ خیر مرتا کیا نہ کرتا۔ وہاں سے ماچھیواڑہ بھی جانا پڑا۔ وہاں بھی لیکچر ہونے اور ہونے ہی تھے۔ اور میں خوش تھا۔ کہ الحمد للہ اب ضرور چھٹکارا ہو جائیگا۔ اور ابھی میں خیالی گھوڑے ہی دوڑا رہا تھا۔ کہ مولوی صاحب مرحوم نے ایک اور پستول میرے سامنے رکھدیا۔ کہ اب آپ کیلئے راہوں جانیکا حکم ہے۔ میں نے اپنے دل میں فیصلہ کر لیا۔ کہ راہوں تو میں جاؤنگا۔ کیونکہ وہاں ریلوے اسٹیشن بھی ہے۔ اور اس کے بعد خواہ کتنے ہی پستول میرے سامنے تانے جائیں میں خاطر میں نہ لاؤنگا۔ تنگ آمد بجنگ آمد۔ ایک مریل سا ٹٹو ہمارے ساتھ کر دیا گیا۔ جس پر اسباب بار کیا گیا۔ نیّر صاحب کمزور تھے۔ اس لئے اس ٹٹو کو زیادہ تر نیّر صاحب کا ہی شرف حاصل رہا۔ میں اور مولوی عبید اللہ صاحب مرحوم پیدل تھے چلچلاتی دھوپ۔ ریت کا سفر۔ جون کا مہینہ۔ ریت کے ذرات و سطح گرم تھے۔ کہ بھبوکا انگارہ ہیں۔ جو دہک رہے ہیں۔ تمام پاؤں جھلس کر آبلہ آلود ہو گئے۔ اور آتش بار اور قہر آلود گرمی میں اپنی کوئی سدھ بدھ نہ رہی۔ جب راہوں پہنچے۔ تو ایک نمبردار صاحب جنکا نام میں بھول گیا جو احمدی تھے۔ ان کی حویلی کا رُخ کیا۔ حویلی کو بند پایا میں اتنا بے تاب ہو رہا تھا۔ کہ حویلی کے سامنے ایک کیکر کا درخت جس کے پتے بھی گرمی کی وجہ سے جھلس کر گر چکے تھے کے برائے نام سایہ کو غنیمت سمجھ کر بیٹھ گیا۔ میرے ایک ساتھی نے کہا۔ کہ سنبھل کر بیٹھو۔ نیچے جگہ گندی ہے۔ میں نے کہا۔ کہ ایسی باتوں کو وہ دیکھتا ہے۔ جس کے ہوش و حواس قائم ہوں۔ چوہدری عبد السلام صاحب دوڑ کر حویلی کی چابی لائے۔ اور جب کمرے کے اندر سایہ میں گئے۔ حالانکہ وہاں ہوا کا نام و نشان نہ تھا۔ مگر ایسا معلوم ہوا۔ کہ جیسے کوئی دوزخ سے نکل کر بہشت میں آجاتا ہے۔ جب ٹھنڈا پانی پیا تو کچھ ہوش آیا۔ وہ پانی پیا نہیں جا رہا تھا۔ بلکہ انگاروں پر ڈالا جا رہا تھا۔ ہم دوپہر کے وقت پہنچے۔ اللہ کہیں چھ سات بجے جا کر ہوش آئی۔ پھر گڑھ شنکر کا حکم تھا۔ مگر میں اکڑ گیا۔ اور ایک نہ مانی۔ میرے ساتھی گڑھ شنکر روانہ ہو گئے۔ اور نہیں ہونا ہی چاہیئے تھا۔ اور میں نے سیدھا قادیان کا ٹکٹ لیا۔ اس دورہ میں قریباً ایک مہینہ لگ گیا۔ مطلب یہ کہ پورا ایک ماہ بلکہ اس سے بھی کچھ زیادہ اخبار بند رہا۔ تمام کام چوپٹ ہو چکا تھا۔ ۱۹۱۴ء میں نور کی اشاعت قادیان کے سب اخباروں سے زیادہ تھی۔ ۱۹۱۳-۱۴ء میں اسے ایک ایسا جھٹکا لگا۔ کہ غیر احمدی خریدار سب جاتے رہے۔ اور ان لمبے لمبے دوروں نے رہے سہے خریداروں کا بھی صفایا کر دیا ؎

دھیاں جوائی لے گئے بہوآں لے گئیں پُوت
کہے منوہر جانگلی تم رہے اُوت کے اُوت

میری مشکلات کا آغاز

آخیر مئی ۱۹۱۵ء کے دن تھے۔ میں شام کو میرٹھ سے واپس آیا۔ تو میری مرحومہ بیوی نے کہا۔ کہ صبح لکھنؤ جانے کے لئے حکم آیا ہے۔ وہاں جلسہ ہے۔ میری مرحومہ بیوی ان دنوں بہت بیمار تھیں۔ سوائے میرے کوئی دوائی لانے والا تھا نہیں۔ یہ بھوجن کا ستاپڑا دھن کی کسی ملازم کا خیال ہی کیسے پیدا ہو سکتا ہے۔ مگر میں نے باوجود ان مشکلات کے عذر کرنا مناسب نہ سمجھا۔ ہرچند بادہ باد ما کشتی بہ آب انداختیم۔ مگر یہ کہنے کی ضرورت نہیں۔ کہ اس سفر میں میرا خیال پیچھے ہی رہا۔ میرے ساتھ حضرت مولانا سید سرور شاہ صاحب بھی تھے۔ میرا لیکچر پادری جوالا سنگھ آنجہانی کی صدارت میں گرجا میں ہوا۔ ہندوؤں اور آریوں کی حاضری معقول تھی۔ پادری صاحب موصوف کے صدارتی ریمارکس نہایت شاندار تھے اور اس وقت اس کی شان اور بھی زیادہ ہو جاتی ہے جبکہ صدر ایک مسلمہ لیکچرار اور مناظر ہو۔ انہوں نے کہا۔ کہ جس احسن طریق اور خوبصورتی کے ساتھ لیکچرار نے اپنے مقصد کو بیان کیا۔ اور جس عمدگی کے ساتھ حاضرین کے سوالوں کا فی البدیہہ معقول جواب دیا۔ اور پھر سنجیدگی اور متانت کو کسی مرحلہ پر بھی نظر انداز نہ کیا۔ اس کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔ اور اگر میں یہ کہوں۔ کہ یہ احمدیت کی ٹریننگ ہے۔ تو میں غلطی نہیں کرونگا۔ مرزا کبیر الدین صاحب کے بڑے بھائی جنکا نام میں اسوقت بھول گیا ہوں انہوں نے مبارکباد دینے کے بعد کہا۔ کہ آپ کا ڈھیلا ڈھالا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

لباس دیکھکر خیال کیا۔ کہ آپ کا لیکچر بھی ڈھیلا ڈھالا ہوگا مگر آپ تو چھپے رستم نکلے۔ ڈاکٹر محمد عمر صاحب ان دنوں لکھنؤ کے سول ہسپتال میں متعین تھے۔ انہوں نے لکھنؤ کی سیر خوب کرائی اور پُر تکلف دعوت دی۔ اور دعوت کے بعد کچھ تھوڑی سی میری مٹھی بھی گرم کی۔ ڈاکٹر صاحب کی طبیعت میں ظرافت کافی ہے۔ فرمانے لگے کہ اسے دکشنا سمجھ لیجیئے۔ یا دند گھسائی۔ میں نے کہا۔ خواہ کچھ بھی نام رکھیں۔ اس کی قیمت میں کچھ فرق نہیں پڑتا۔

حضرت مولانا انوار حسین خان صاحب مرحوم

حضرت مولانا انوار حسین خانصاحب مرحوم رئیس شاہ آباد بھی ان دنوں ہمارے آنے کی خبر سنکر لکھنؤ تشریف لائے ہوئے تھے۔ انہوں نے وعدہ لیا۔ کہ راستہ میں شاہ آباد ضرور اترنا خانصاحب مرحوم میرے بہت مہربان تھے۔ بھلا انکار کیسے ہو سکتا تھا۔ شاہ آباد کے سٹیشن پر انکا صاحبزادہ ایک شاندار چوپہیہ گھوڑا گاڑی لئے موجود تھے۔ میں اور مولانا سید سرور شاہ صاحب گاڑی میں بیٹھ گئے۔ ان کی بارہ دری میں ہمارا قیام ہوا۔ لکھنؤ میں تو بہت گرمی تھی۔ مگر خانصاحب مرحوم نے اپنی بارہ دری کو ٹھنڈا اور ہوا دار بنا رکھا تھا اور پھر باغ کا قرب تھا لطف کا کیا کہنا۔ سفر کی تمام کوفت دور ہو گئی خانصاحب مرحوم کے باغ کے قلمی آموں کا لطف اور تربوز کی شیرینی ابھی تک یاد ہے۔ پھر انہوں نے ہمارے ساتھ خاصے آم بھی کر دیئے۔ بزرگوں کے اخلاق بھی بزرگانہ ہی ہوتے ہیں۔ کیا کہنا۔ یہ ایسے لوگ تھے جن پر احمدیت بجا فخر کر سکتی ہے۔ خانصاحب مرحوم جب تک زندہ رہے۔ "نور" کے بہترین سرپرست رہے۔ رات کو وہاں مجھے ایک خواب آیا۔ کہ میرے گھر کی چھت کا شہتیر ٹوٹ گیا ہے اور میں نے جلدی سے ہمت کر کے اس کے نیچے ستون دیدیا ہے یہ خواب دیکھ کر میں نے اپنے دل میں کہا۔ کہ میری بیوی شاید ہی بچے۔ جب میں گھر پہنچا تو گھر کا نقشہ بالکل بدلا ہوا تھا میری بیوی زیادہ بیمار تھی۔ پھر مشکل یہ کہ میری عدم موجودگی میں نہ کوئی دوائی لانے والا۔ نہ کوئی پرسان حال ؎

بر مزار ما غریباں نے چراغے نے گلے ✤ نے پر پروانہ سوزد نے صدائے بلبلے

اس بیچاری نے قبر میں جا کر ہی ساتھ چھوڑا۔ انکی وفات کے بعد غم و الم کا وہ پہاڑ مجھ پر ٹوٹا۔ کہ اگر اللہ کا فضل میرے شامل حال نہ ہوتا تو یقیناً میں پاگل ہو جاتا اور اس مصیبت میں اگر حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کی شفقت کا دست مبارک میرے سر پر نہ ہوتا تو میرا کوئی ٹھکانا نہ تھا۔

مسلمانوں کا نصب العین

خداوند تعالےٰ جزائے خیر دے۔ جناب سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب۔ آف سکندرآباد کو کہ آئے دن بہترین تبلیغی لٹریچر شائع کرتے رہتے ہیں۔ بلا مبالغہ اسوقت تک صاحب موصوف لکھوکہا ٹریکٹ شائع کر چکے ہیں۔ حال ہی میں آپ نے مذکورۃ الصدر عنوان کے تحت ایک قابل قدر ٹریکٹ شائع فرمایا ہے۔ جو معہ ٹائٹل چھپن ۵۶ صفحات کا ہے۔ لکھائی چھپائی کاغذ بہترین۔ ٹائٹل دیدہ زیب۔ یہ قابل قدر ٹریکٹ حسب ذیل مضامین پر مشتمل ہے:۔

۱۔ ہر ایک کام کی صحیح راہ

۲۔ انسان کی زندگی کی غرض و غایت۔

۳۔ خدا تعالےٰ کی صحیح معرفت کا عظیم الشان معجزہ

۴۔ خدا تعالےٰ نے مقدر کر دیا ہے۔ کہ مسلمان تمام جہان کے لئے مصلح و بہترین قوم ہے۔

۵۔ خدا کی طرف سے انعام و غضب پانے والے لوگ۔

۶۔ دینی خدمت نہ کرنے والوں کے عذرات۔

۷۔ اس زمانہ میں دنیا کا حال۔

۸۔ اس زمانہ کے لوگوں کی غلط و خطرناک معرفت۔

۹۔ خدا تعالیٰ کا ایک اٹل قانون جو دنیا کی تمام اقوام کے پاس مسلّم ہے۔

۱۰۔ اس زمانہ کے مسلمان اپنی اصلاح کریں گے۔ تو بفضل خدا تمام جہان کے مصلح اور بہترین قوم ہو کر رہیں گے۔

۱۱۔ ترقی کی راہ

۱۲۔ ملفوظات امام زماں

۱۳۔ تبلیغ ایک جہاد ہے۔

طرز تحریر ایسا دلربا اور دلکش ہے۔ کہ بغیر ختم کئے چین نہیں آتا۔ اور پڑھنے والے کے دل میں گھر کئے بغیر نہیں رہتا۔ کیونکہ یہ باتیں دل سے نکلی ہوئی ہیں۔ ضرورت ہے۔ کہ اس ٹریکٹ کی نہایت وسیع پیمانہ پر اشاعت کی جائے۔ غیر مسلموں میں بھی اگر اسکا ترجمہ مختلف زبانوں میں کیا جائے۔ تو پھر کیا کہنے خصوصاً گورمکھی اور ہندی میں تو ضرور ہو جانا چاہیئے۔ کیونکہ ایسے ہی ٹریکٹ اور تحریر کا یا پلٹ دینے کا موجب ہوتی ہے۔ اسلئے اس کی جسقدر بھی اشاعت کی جائے کم ہے۔ اس ٹریکٹ کی قیمت کچھ نہیں۔ انجمن ترقی اسلام سکندرآباد دکن کے پتہ پر ایک کارڈ لکھنے سے مفت حاصل کر سکتے ہیں۔ (ر۔ ح)

ہم دوستوں کو چاہیئے۔ کہ وسیع پیمانہ پر یہ قابل قدر ٹریکٹ منگوا کر اپنے مسلم اور غیر مسلم دوستوں میں مفت تقسیم کریں۔ یقیناً وہ ایسا کر کے ایک طرف مسلم اور غیر مسلم احباب کی ایک غیر معمولی نیکی کرینگے وہاں خود بھی اجر عظیم کے مستحق ہونگے۔

خطبہ جمعہ

تحریک جدید سال ہفتم کا چندہ ادا کرنیکی کوشش کیجائے

بقایاداران تحریک جدید کو انتباہ

از حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز

فرمودہ ۲۰ ماہ احسان ۱۳۲۰ ہش مطابق ۲۰ جون ۱۹۴۱ء

(منقول از اخبار "الفضل")

سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

تحریک جدید کے مالی سال میں سے بہت سے مہینے گزر چکے ہیں۔ اور اب ساتویں سال کے

قریباً پانچ مہینے

باقی ہیں۔ سوائے ان مستثنیات کے کہ بعض لوگ مجبوریوں کی وجہ سے زیادہ مہلت لے لیتے ہیں۔ یا دور ممالک میں رہنے والے ہیں۔ یا ہندوستان کے دوسرے صوبوں میں رہتے ہیں باقی سب کے نومبر کے آخر تک بارہ مہینے پورے ہو جائیں گے۔ مجھے خوشی ہے۔ کہ اس سال تحریک جدید میں چندہ لکھوانے والوں میں سے ایک معتدبہ حصہ نے یہ کوشش کی ہے۔ کہ ان کا وعدہ مئی میں پورا ہو جائے چنانچہ اس سال گزشتہ سال کی نسبت مئی کے مہینہ تک پندرہ ہزار روپیہ کی آمد زیادہ ہوئی ہے۔ مگر سال کو مد نظر رکھتے ہوئے درحقیقت ابھی وعدوں کا نصف حصہ وصول ہوا ہے۔ حالانکہ سات مہینے گذر چکے ہیں۔ اور پانچ مہینے باقی ہیں۔ پھر اس وصولی میں بیرونی جماعتوں کا بھی ایک حد تک چندہ شامل ہے جن کی مہلت نومبر کے بعد بھی جاری رہتی ہے انکو اگر نکال دیا جائے۔ تو ہندوستان کے چندہ میں سے ابھی نصف بھی وصول نہیں ہوا۔ مگر بہر حال بعض گزشتہ سالوں سے اس سال اچھی وصولی ہوئی ہے۔ اور وقت پر ہوئی ہے لیکن جیسا کہ میں نے بتایا ہے ابھی کثیر حصہ چندہ دینے والوں کا ایسا ہے جن کی رقوم وصول نہیں ہوئیں۔ اور دن بہت تھوڑے رہ گئے ہیں۔ اسلئے میں جماعت کے دوستوں کو توجہ دلاتا ہوں۔ کہ وہ اس چندہ کو جہاں تک جلد ادا کرنیکی کوشش کریں یہ چندہ جیسا کہ میں نے بار بار توجہ دلائی ہوئی ہے۔ اسمیں کسی پر جبر نہیں کیا جاتا۔ کوئی تعیین نہیں ہوتی۔ کوئی زور نہیں دیا جاتا۔ بلکہ ہر شخص اپنی مرضی اپنی خواہش اپنے ظرف اور اپنے ایمان کی وسعت کے مطابق چندہ لکھواتا ہے ہزار دو ہزار دس ہزار بیس ہزار لیکن بعض لوگ کہ جنہوں نے تحریک جدید کا چندہ ابتداء میں لکھوا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اور انہوں نے سات سالوں میں سے ایک سال میں بھی حصہ نہیں لیا۔ مگر انکو کوئی بُرا نہیں کہتا۔ اسلئے کہ یہ فرضی چندہ نہیں۔ کہ اگر اسمیں کوئی شخص اپنا وعدہ نہ لکھائے تو اسے کہا جائے کہ اس نے جماعت کے فرائض کو ادا نہیں کیا۔ بلکہ جو شخص بھی چندہ دینا یا چندہ ادا کرنیکا وعدہ کرتا ہے۔ وہ اپنی خوشی سے یہ ذمہ واری اپنے اوپر عاید کرتا ہے۔ اور اسلئے کرتا ہے۔ تا نوافل کے ثواب میں وہ شریک ہو جائے۔

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ انسان نوافل کیساتھ اللہ تعالیٰ کے قریب ہوتا جاتا ہے۔ یہانتک کہ ہر حرکت جو وہ خدا تعالیٰ کی طرف کرتا ہے۔ اسکے جواب میں خدا اس سے زیادہ حرکت کرتا ہے۔ اگر وہ ایک قدم چلتا ہے تو خدا دو قدم چلکر آتا ہے۔ اور اگر وہ تیز چلتا ہے تو خدا دوڑ کر اسکی طرف آتا ہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا۔ اسیطرح بندہ خدا کے قریب ہوتا چلا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ خدا اسکے ہاتھ بن جاتا ہے۔ جن سے وہ پکڑتا ہے۔ اور خدا اسکی آنکھیں بنجاتا ہے۔ جن سے وہ دیکھتا ہے۔ اور خدا اسکے پاؤں بن جاتا ہے۔ جن سے وہ چلتا ہے۔ گویا ایسے بندے اور خدا کے درمیان ایسا اتصال اور اتحاد پیدا ہو جاتا ہے کہ اسکی خواہشات خدا تعالیٰ کی خواہشات ہو جاتی ہیں۔

کوئی بندہ خدا نہیں بن سکتا۔ بندہ بندہ ہی ہے اور خدا خدا ہی۔ مگر الوہیت کی چادر اوڑھنے کا ذریعہ یہ ہے کہ انسان خدا کے ساتھ متصل ہو جائے۔ اور اسکی روح خدا کی صفات میں منغمم ہو جائے۔ حتیٰ کہ اسکے ارادے وہی ہو جائیں جو خدا کے ارادے ہیں۔ اس کی خواہشات وہی ہو جائیں۔ جو خدا کی خواہشات ہیں۔ اور اسکے مقاصد وہی ہو جائیں جو خدا کے مقاصد ہیں۔ تب بندہ ایک رنگ میں خدا ہی بنجاتا ہے۔ اور جو کچھ وہ چاہتا ہے وہی ہو جاتا ہے۔ نادان لوگ اسے دیکھ کر بعض دفعہ یہ کہنے لگ جاتے ہیں۔ کہ وہ بندہ اپنے اندر خدائی صفات رکھتا ہے حالانکہ بات یہ نہیں ہوتی۔ کہ اسکے اندر خدائی صفات آجاتی ہیں۔ بلکہ بات یہ ہوتی ہے کہ اس نے اپنی مرضی کو قربان کرکے خدا کی مرضی کو اختیار کیا ہوا ہوتا ہے۔ اور گو بظاہر یہ نظر آتا ہے۔ کہ وہ جو چاہتا ہے وہی ہو جاتا ہے۔ مگر در اصل وہ اپنی ذات میں کچھ چاہتا ہی نہیں۔ وہ وہی کچھ چاہتا ہے۔ جو خدا چاہتا ہے۔ اور چونکہ جو کچھ وہ چاہتا ہے وہ درحقیقت خدا کا ارادہ اور اس کا منشا ہوتا ہے۔ اسلئے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اسکی بات پوری ہوئی۔ حالانکہ اسکی بات نہیں بلکہ

خدا کی بات پوری ہوتی ہے

لوگ تو صرف اتنا دیکھتے ہیں۔ کہ فلاں شخص کی زبان سے بات نکلی۔ اور وہ پوری ہو گئی۔ اور وہ سمجھتے ہیں کہ اسکی زبان میں بڑی تاثیر ہے۔ حالانکہ اسکی زبان میں کوئی تاثیر نہیں ہوتی۔ بلکہ تاثیر اسلئے ہوتی ہے کہ اسنے اپنی زبان کاٹ دی ہوتی ہے۔ اس نے اپنے وجود کو مٹا دیا ہوتا ہے۔ اور اسکی اپنی کوئی خواہش رہتی ہی نہیں۔ اسلئے جب وہ بولتا ہے تو اسکی زبان نہیں بولتی بلکہ خدا کی زبان بولتی ہے۔ اور جب اسکی بات پوری ہوتی ہے۔ تو اسکی بات پوری نہیں ہوتی۔ بلکہ خدا کی بات پوری ہوتی ہے۔

یہی مطلب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کا ہے۔ کہ اسکے ہاتھ خدا کے ہاتھ ہو جاتے ہیں یعنی وہ اپنے ہاتھوں کو معطل کر دیتا اور انہیں ایک آلہ کی طرح خدا کے ہاتھ میں دے دیتا ہے جس طرح قلم نہیں لکھتی بلکہ ہاتھ لکھتا ہے۔ اسیطرح جو کچھ اسکے ہاتھ کرتے ہیں وہ اس کے ہاتھ نہیں کرتے بلکہ خدا کے ہاتھ کرتے ہیں۔ اسیطرح اس کے پاؤں خدا کے پاؤں ہو جاتے ہیں۔ اس کی آنکھیں خدا کی آنکھیں ہو جاتی ہیں۔ اور اسکی زبان خدا کی زبان ہو جاتی ہے۔ ایسا انسان جب کسی ملک میں جاتا ہے تو وہاں خدا تعالیٰ کی برکتیں نازل ہونی شروع ہو جاتی ہیں۔ اور جب بات کرتا ہے تو زمین و آسمان میں تغیر پیدا ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ اور جب ہاتھ اٹھاتا ہے تو اسکے ساتھ ہی آفاق میں تغیر رونما ہونے لگتا ہے۔ اسلئے کہ اس نے اپنے ہاتھ معطل کئے ہوئے ہوتے ہیں۔ اسنے اپنے پاؤں معطل کئے ہوئے ہوتے ہیں۔ اور اس نے اپنی زبان معطل کی ہوئی ہوتی ہے۔ اور جو کچھ اس سے صادر ہوتا ہے وہی خدا تعالیٰ کا منشا اور اسکا ارادہ ہوتا ہے۔ یہی وہ مقام ہے جسپر پہنچ کر انسان دنیا کے مصائب اور ابتلاء ہی اس رنگ میں محفوظ ہو جاتا ہے کہ وہ اسے کچل نہیں سکتے۔ یہ نہیں کہ ایسے انسان پر مصیبتیں نہیں آتیں یا بیماریاں نہیں آتیں۔ یا دشمن اسے تکلیفیں نہیں پہونچاتے یا حکومتیں اسے گرفتار یا قید نہیں کر سکتیں۔ یہ سب کچھ ہوتا ہے۔ بیماریاں بھی آتی ہیں مصیبتیں بھی آتی ہیں۔ دشمن بھی ستاتے ہیں۔ اور حکومتیں بھی گرفتار کرتی اور قید کرتی ہیں۔ چنانچہ دیکھ لو حضرت عیسٰے علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی تھے۔ مگر گورنمنٹ نے انکو گرفتار کیا۔ قید میں رکھا۔ اور پھر پھانسی پر لٹکا دیا۔ حضرت موسٰی علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے رسول تھے۔ مگر فرعون کے مقابلہ میں انہیں اپنا ملک چھوڑنا پڑا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم خدا تعالےٰ کے سب سے زیادہ مقرب اور رسول اور

تمام نبیوں کے سردار

تھے۔ مگر آپؐ کو اپنا وطن چھوڑنا پڑا اسی طرح آپؐ کو مارا گیا۔ آپؐ کو پیٹا گیا۔ آپؐ کو زخم بھی لگے۔ آپؐ کے دانت بھی شہید ہوئے۔ اور آپؐ پر ایسا وقت بھی آیا کہ آپؐ ایک گڑھے میں گر گئے۔ اور کئی صحابہؓ کی لاشیں آپؐ پر آ پڑیں۔ اور کفار نے یہ خیال کرکے خوشیاں منائیں کہ آپؐ فوت ہو گئے ہیں۔ پھر آپ بیمار بھی ہوئے۔ اور بعض دفعہ لمبے عرصے تک بیمار رہے۔ جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے۔ اسی طرح وفات کے وقت آپکو اتنی شدید تکلیف ہوئی۔ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جبتک رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی

جان کنی کی تکلیف

کو مَیں نے نہیں دیکھا۔ مَیں یہی سمجھتی تھی۔ کہ جسے جان کنی کیوقت شدید تکلیف ہو اسکا ایمان کمزور ہوتا ہے۔ مگر جب میں نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی جان کنی کی تکلیف دیکھی تو میں نے اس خیال سے توبہ کی اور میں نے سمجھا کہ جان کنی کی تکلیف کا ایمان سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

ہمارے ملک میں بھی عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے۔ کہ جسے جان کنی کیوقت زیادہ تکلیف ہو وہ بُرا آدمی ہوتا ہے۔ حالانکہ یہ تکلیف جسمانی طاقت کے لحاظ سے ہوتی ہے۔ کوئی شخص بہت مضبوط اور قوی ہوتا ہے۔ اور کوئی کمزور اور نحیف ہوتا ہے۔ اب یہ بات ظاہر ہے کہ قوی چیز میں کوئی چیز گڑی ہوئی ہو تو اسکا نکالنا مشکل ہوتا ہے۔ اور کمزور میں سے اسکا نکالنا آسان ہوتا ہے۔ مثلاً کسی کے مسوڑھے کمزور اور گلے سڑے ہوں۔ اور ان میں پیپ پڑی ہوئی ہو۔ تو ایسے مسوڑھوں میں سے دانت آسانی سے نکل آئیں گے لیکن جس شخص کے مسوڑھے مضبوط اور قوی ہوں۔ اور اسکے دانتوں کی جڑھیں مسوڑھوں کی عمدگی کی وجہ سے مضبوط ہوں۔ تو ڈاکٹر بعض دفعہ کئی کئی منٹ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

زور لگا کر اسکے دانت نکالتے ہیں - اب اگر جس شخص کا آسانی سے دانت نکل جائے اسکے متعلق کوئی کہنا شروع کردے کہ اسکا دانت اسلئے آسانی سے نکلا تھا کہ وہ نیک تھا - اور جسکا تکلیف سے دانت نکلے اسکے متعلق کہنا شروع کردے۔ کہ اسکا دانت اسلئے تکلیف سے نکلا تھا کہ وہ بُرا تھا۔ تو یہ اسکی غلطی ہوگی۔ کیونکہ اسکا تعلق کسی نیکی یا بدی کیساتھ نہیں۔ بلکہ مسوڑھوں کی مضبوطی یا کمزوری کیساتھ ہے وہ شخص جسکا دانت آسانی سے نکل آیا تھا اسکے مسوڑھے گلے سڑے تھے - اور وہ جسکا دانت تکلیف سے نکلا اسکا جسم تندرست اور مسوڑھے مضبوط تھے۔ جب مضبوط مسوڑھوں میں سے دانت نکالا جائیگا تو لازماً زیادہ زور لگیگا - اور جب کمزور مسوڑھوں میں سے دانت نکالا جائیگا تو زور کم لگیگا جیسے کیچڑ میں اگر کیلا گڑا ہوا ہو - تو ایک بچہ بھی آسانی سے اسے نکال سکتا ہے۔ لیکن اگر پتھر میں گڑا ہوا ہو تو ایک مضبوط جوان بھی اسے نہیں نکال سکتا - اسی طرح مضبوط جسم میں سے جب جان نکلتی ہے تو بڑی مشکل سے نکلتی ہے - جیسے پتھر میں سے کیلا نکالنا مشکل ہوتا ہے - لیکن کمزور جسم میں سے آسانی کیساتھ نکل جاتی ہے - اسی حقیقت کا ایک دوسرا پہلو بھی ہے - اور وہ یہ کہ وہ انسان جسکے دل میں دنیا کی محبت ہو اسکی جان سخت تکلیف سے نکلتی ہے - لیکن دوسری طرف وہ لوگ جو دنیا کی خیر خواہی میں گھل رہے ہوتے ہیں - انکی جان بھی مشکل سے نکلتی ہے - جو لوگ دنیا کی محبت میں گھل رہے ہوتے ہیں انکی جان تو اس لئے مشکل سے نکلتی ہے۔ کہ وہ سمجھتے ہیں - ہمیں جو چیز سب سے زیادہ پیاری تھی اب وہ ہمارے ہاتھ سے چھوٹ رہی ہے - اور انبیاء کی جان اسلئے تکلیف سے نکلتی ہے کہ انکے دل و دماغ پر اسوقت یہ خیال غالب ہوتا ہے کہ لوگ بغیر نگرانی کے رہ جائیں گے معلوم نہیں بعد میں ان کا کیا حال ہو۔ اور وہ چاہتے ہیں کہ بنی نوع انسان میں کچھ اور مدت رہیں - اسلئے نہیں کہ وہ مزے اڑائیں۔ بلکہ اسلئے کہ لوگ نیک بن جائیں - پس دنیا کو چھوڑنا دونوں کیلئے ہی تکلیف دہ ہوتا ہے - مگر ایک کی روح تو اسلئے تکلیف محسوس کرتی ہے۔ کہ وہ دنیا کے عیش و آرام سے حظ اٹھانا چاہتی ہے اور دوسرے کی روح اسلئے تکلیف محسوس کرتی ہے کہ لوگ بغیر نگرانی کے رہ جائینگے - پس بظاہر دونوں کو ہی تکلیف ہوتی ہے - اور ایک نادان اور احمق انسان جو نہیں جانتا کہ یہ تکلیف کیوں ہوتی ہے - یا وہ جسے حقائق کا تجربہ نہیں ہوتا خیال کرتا ہے کہ شاید ایمان کی کمی کی وجہ سے یہ تکلیف ہو رہی ہے - مگر جب اسکی عقل تجربہ سے راہنمائی حاصل کرلیتی ہے تو وہ سمجھ لیتا ہے کہ جان کنی کی تکلیف کی کئی وجوہ ہوتی ہیں کبھی ایک نیک شخص جان کنی کی تکلیف اٹھاتا ہے - اور بد جان کنی کی تکلیف نہیں اٹھاتا - اور کبھی بد جان کنی کی تکلیف اٹھاتا ہے اور نیک جان کنی کی تکلیف نہیں اٹھاتا - اور اسکی وجہ وہی ہوتی ہے جو میں بیان کرچکا ہوں - کہ ایک کا جسم مضبوط ہوتا ہے اور دوسرے کا کمزور - اور کمزور جسم میں سے آسانی کے ساتھ جان نکل جاتی ہے لیکن مضبوط جسم میں سے آسانی کے ساتھ جان نہیں نکلتی - مثلاً ایک بوڑھا شخص جسکا جسم گھل چکا ہو بعض دفعہ باتیں کرتے کرتے اسکی جان نکل جاتی ہے - اور لوگ کہتے ہیں کہ فلاں شخص کتنا نیک تھا کہ باتیں کرتے کرتے اسکی جان نکل گئی - حالانکہ باتیں کرتے کرتے اسکی جان اسلئے نہیں نکلی کہ وہ نیک تھا - بلکہ اسلئے نکلی - کہ اسکی جان پہلے ہی مری ہوئی تھی -

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ کسی اندھے سے کسی نے کہا کہ سو جاؤ - تو وہ کہنے لگا - ہمارا سونا کیا ہے چپ ہو جانا یعنی سونا کس کو کہتے ہیں - اسکو کہ انسان آنکھیں بند کرلے اور خاموش ہو جائے - اب آنکھیں تو اسکی پہلے ہی بند تھیں - اس نے کہا کہ آپ جو کہتے ہیں کہ سو جاؤ - تو مَیں نے اور کیا کرنا ہے - خاموش ہو جاتا ہوں - تو کسی بوڑھے کی جان اگر آرام سے نکلتی ہے تو اسکے یہ معنے نہیں ہوتے کہ وہ بڑا نیک ہوتا ہے - بلکہ یہ معنے ہوتے ہیں - کہ اسکا جسم گھل چکا ہوتا ہے - اور جان آسانی سے نکل جاتی ہے - جیسے بوسیدہ دانت گلے سڑے مسوڑھوں سے آسانی کے ساتھ الگ ہو جاتا ہے بعض دفعہ روٹی کھاتے ہوئے لقمہ میں آجاتا ہے - اسیطرح وہ انسان جس کا جسم گھل چکا ہوتا ہے - جب عزرائیل اسکی جان نکالنے آتا ہے - تو بوسیدہ اور ہلے ہوئے دانت کیطرح آسانی کیساتھ اسے الگ کرلیتا ہے لیکن جسکا جسم مضبوط ہوتا ہے - اسے جانکنی کی سخت تکلیف ہوتی ہے - اور دوسری وجہ تکلیف کی یہ ہے کہ دنیا سے شدید محبت ہو - یا دنیا میں اس کے سپرد کوئی ایسا اصلاح کا کام ہو جس کا چھوڑنا اس پر اپنی ذات کیلئے نہیں - بلکہ دوسروں کی اصلاح کے خیال سے شاق گذرتا ہو۔

غرض حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں - کہ میں پہلے یہی سمجھتی تھی - جیسے آجکل عوام میں خیال پایا جاتا ہے - کہ جسکی جان تکلیف سے نکلتی ہے - وہ بُرا ہوتا ہے - اور جسکی جان آرام سے نکلتی ہے وہ نیک ہوتا ہے - مگر جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جان کنی کی تکلیف کو مَیں نے دیکھا - تو اس خیال سے توبہ کی - اور میں نے سمجھا کہ اسکا تعلق ایمان کیساتھ نہیں ہے - تو اللہ تعالیٰ کے تمام انبیاء کو دنیا میں تکالیف پہنچی ہیں - اور کوئی نبی اور ولی ایسا نہیں گذرا جسپر مصیبتیں نہ آئی ہوں - مگر جو چیز ان پر نہیں آتی - اور جس میں انبیاء دوسروں سے مستثنیٰ ہوتے ہیں وہ یہ ہے کہ ان پر کوئی ایسی تکلیف نہیں آتی جو انہیں مایوس کردے - یا خدا تعالیٰ کی رحمت سے انہیں محروم کردے۔ ورنہ تکالیف انپر بھی آتی ہیں - اور بعض دفعہ تو بڑی بڑی تکلیفیں آتی ہیں - چنانچہ دیکھ لو - ابو جہل بیشک مرگیا - اور خدا نے اسے دنیا و آخرت میں ذلیل کردیا لیکن جسمانی زندگی اور دنیا کے آرام کو اگر دیکھا جائے تو ابو جہل کی زندگی رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی سے زیادہ آرام میں گذری ہے - بے شک اس کی

زندگی کے آخری لمحات

میں خدا تعالیٰ نے یہ فیصلہ کردیا - کہ اسکی آرام کی زندگی خدا تعالیٰ کے کسی فضل کا نتیجہ نہ تھی - بلکہ وہ ایسی ہی تھی جیسے شیطان کو ڈھیل دیگئی ہے لیکن اس سے پہلے لوگ یہی سمجھتے تھے۔ کہ ابو جہل آرام میں ہے - اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم تکلیف میں ہیں - تو اللہ تعالیٰ کے انسان کے ہاتھ بن جانا یا پاؤں بن جانا یا زبان بن جانا یہ معنے نہیں رکھتا - کہ ایسا انسان مصیبتوں سے محفوظ ہو جاتا ہے - بلکہ اسکا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ ایسا انسان ان مصائب سے محفوظ ہو جاتا ہے جو تباہ کرنیوالی ہوتی ہیں - ورنہ ظاہری تکالیف انبیاء کو بھی پہنچتی ہیں - صدیقوں کو بھی پہنچتی ہیں - شہیدوں کو بھی پہنچتی ہیں اور صالحین کو بھی پہنچتی ہیں - بلکہ شہید تو کہتے ہی اسے ہیں جو خدا کی راہ میں مارا جائے - پھر

ہم شہید کو شہید کیوں کہتے ہیں

اور ان دشمنوں کے متعلق جو لڑائی میں مارے جاتے ہیں یہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کیوں کہتے ہیں کہ وہ خدا تعالیٰ کے عذاب سے مارے گئے۔ اسی لئے کہ شہید کی شہادت خدا تعالیٰ کے فضلوں کے نیچے ہوتی ہے اور اسکے دشمنوں کی موت خدا تعالیٰ کی لعنت کے نیچے ہوتی ہے۔ پس دشمن کی موت کو تو ہم عذاب قرار دیتے ہیں۔ مگر شہید کی موت کو انعام سمجھتے ہیں۔ چنانچہ بدر میں مارے جانیوالے صحابہؓ کی ہم کتنی عزت کرتے ہیں۔ لیکن بدر میں مارے جانیوالے کفار کے متعلق کہتے ہیں کہ خدا نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کیوجہ سے ان پر عذاب نازل کیا۔ حالانکہ ایک ہی جگہ اور ایک ہی لڑائی میں دونوں مارے گئے تھے۔ کفار بھی اسی لڑائی میں ہلاک ہوئے اور صحابہؓ بھی اسی لڑائی میں شہید ہوئے۔ مگر ایک کے متعلق تو ہم کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے ان پر بڑا فضل کیا۔ اور اپنے انعامات سے نوازا۔ اور دوسروں کے متعلق کہتے ہیں کہ ان پر غضب نازل ہوا۔ اسکی وجہ یہی ہے کہ ایک گروہ تو خدا تعالیٰ کے فضلوں کے نیچے مرا۔ اور دوسرا گروہ اسکی لعنتوں کے نیچے مرا۔ تو اللہ تعالیٰ کا انسان کے ہاتھ ہو جانا یا پاؤں بنجانا یہ معنے نہیں رکھتا کہ ایسے انسان تکلیفوں سے بچ جاتے ہیں۔ بلکہ یہ معنے ہوتے ہیں کہ ایسے انسان اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے نیچے آجاتے ہیں۔ اور ان کا اللہ تعالیٰ سے ایسا اتصال ہو جاتا ہے کہ انکی خواہشات خدا تعالیٰ کی خواہشات بنجاتی ہیں اور انکی آرزوئیں خدا تعالیٰ کی آرزوئیں بنجاتی ہیں۔ اسلئے وہ کبھی کوئی ایسی خواہش نہیں کر سکتے جس نے رد ہو جانا ہو۔ مگر اسکے یہ معنے بھی نہیں۔ کہ

گھروں میں روزمرہ پیش آنیوالے امور

کے متعلق بھی انکی ہر خواہش پوری ہو جاتی ہے۔ بلکہ اس سے مراد صرف وہ خواہشات ہیں جو انسانی زندگی کے مقاصد کیساتھ تعلق رکھتی ہیں۔ مثلاً یہ تو ہو سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے ایک مقرب انسان کو پیچش کی شکایت ہو اور اسکی طبیعت خشکے کو چاہے تو وہ گھر میں تیار نہ ہو۔ مگر یہ نہیں ہو سکتا کہ اسکی وہ خواہشات پوری نہ ہوں۔ جو اسکی زندگی کے مقاصد کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں ورنہ بشریت کے ماتحت تو ایسا ہوتا ہی رہتا ہے۔ کہ ایک انسان بعض دفعہ ایک چیز کی خواہش کرتا ہے۔ اور وہ گھر میں موجود نہیں ہوتی۔ یا چاہتا ہے کہ فلاں کام ہو جائے۔ مگر وہ حسب منشا نہیں ہوتا۔ لیکن ایسی خواہشات اپنے اندر کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتیں۔ اور بعض دفعہ تو ایک گھنٹہ گذرنے کے بعد انسان کو یاد بھی نہیں رہتا۔ کہ اسکے دل میں کیا خواہش پیدا ہوئی تھی پس جو خواہشات ایسے انسان کی لازماً پوری ہوتی ہیں۔ وہ وہی ہوتی ہیں جو انکی زندگی کے مقاصد کیساتھ تعلق رکھتی ہیں۔ اور جنکے پورا نہ ہونے سے انکا آرام دکھ سے بدل جاتا ہے۔

عام خواہشات

اسمیں شامل نہیں۔ اور نہ ہی وہ اتنی اہم ہوتی ہیں۔ بلکہ بعض دفعہ تو انسان ایسی خواہش کے پورا ہونے پر اسیوقت ہنس پڑتا اور ملال جاتا رہتا ہے۔

پس اسکے یہ معنے نہیں۔ کہ ایسے انسان کی ہر خواہش پوری ہو جاتی ہے۔ بلکہ صرف وہ خواہشیں پوری ہوتی ہیں جو انکی زندگی کے مقاصد کیساتھ تعلق رکھتی ہیں۔

تحریک جدید کی غرض

بھی یہی ہے۔ کہ وہ لوگ جو اسکے چندہ میں حصہ لیں۔ خدا انکے ہاتھ بنجائے۔ خدا انکے پاؤں بنجائے۔ خدا انکی آنکھیں بنجائے اور خدا انکی زبان بنجائے۔ اور وہ ان نوافل کے ذریعہ خدا تعالیٰ سے ایسا اتصال پیدا کر لیں کہ انکی مرضی خدا کی مرضی اور ان کی خواہشات خدا کی خواہشات ہو جائیں اس عظیم الشان مقصد کو اپنے سامنے رکھتے ہوئے تم غور کرو کہ جب تمہارا اس تحریک میں حصہ لینے سے مقصد یہ ہے کہ خدا تمہارے ہاتھ بنجائے۔ خدا تمہارے پاؤں بنجائے۔ خدا تمہاری آنکھیں بنجائے۔ اور خدا تمہاری زبان بن جائے تو کیا خدا کبھی سست ہوتا ہے؟ اگر نہیں تو تمہیں سمجھ لینا چاہئیے۔ کہ اگر تمہارے اندر سستی پیدا ہو گئی ہے تو تمہارا نفل کوئی اچھا نفل نہیں۔ اور اسمیں ضرور کوئی نہ کوئی نقص رہ گیا ہے۔ ورنہ یہ کسطرح ممکن تھا کہ نوافل کے ذریعہ خدا تمہارے ہاتھ بن جاتا۔ اور پھر بھی تمہارے ہاتھوں میں کوئی تیزی پیدا نہ ہوتی۔ خدا کا طریق تو یہی ہے کہ وہ اپنے کاموں میں جلدی کرتا ہے۔ اور جس کام کے کرنیکا ارادہ کرتا ہے وہ فوراً ہو جاتا ہے۔ پس جو شخص تحریک جدید کے چندہ میں حصہ تو لیتا ہے مگر اس چندہ کی جلد ادائیگی کا فکر نہیں کرتا۔ اسے سمجھنا چاہئیے۔ کہ اسکا فعل ناقص ہے۔ ورنہ یہ کسطرح ہو سکتا تھا۔ کہ خدا اس کے ہاتھ اور پاؤں بن جاتا۔ اور پھر بھی وہ نیکی میں پیچھے رہ جاتا۔ کیا یہ ممکن ہے کہ خدا کسی کے ہاتھ بن جائے اور وہ نیکی میں پیچھے رہ جائے۔ یا خدا کسی کے پاؤں بن جائے اور پھر بھی وہ ثواب کے کاموں کیلئے حرکت نہ کرے۔ اور خدا اسکی زبان بن جائے اور پھر بھی وہ جھوٹا وعدہ کرے۔ جس شخص کے ہاتھ اور پاؤں خدا بن جاتا ہے۔ وہ کبھی نیکی میں پیچھے نہیں رہ سکتا۔ اور جس شخص کی زبان خدا تعالیٰ بن جاتا ہے۔ وہ کبھی جھوٹا وعدہ نہیں کر سکتا۔ پھر یہ کسطرح تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ ایک شخص کی زبان تو خدا کی زبان ہو گئی۔ مگر وہ سارا سال اپنی زبان سے جھوٹا وعدہ کرتا رہا۔ یا اسکے ہاتھ تو خدا تعالیٰ کے ہاتھ بن گئے مگر وہ ہمیشہ شل اور مفلوج رہے اور کبھی انہیں توفیق نہ ملی کہ وہ اپنے وعدے کو پورا کرنے کیلئے آگے بڑھے۔ یہ ناممکن اور قطعی طور پر ناممکن ہے۔ اور اگر کسی شخص کے اندر یہ بات پائی جاتی ہے۔ تو اسکے متعلق سوائے اسکے اور کیا سمجھا جا سکتا ہے کہ اس کا یہ دعوےٰ کہ اسکی زبان خدا کی زبان ہے اسکے ہاتھ خدا کے ہاتھ ہیں اور اسکے پاؤں خدا کے پاؤں ہیں محض جھوٹ ہے۔ اگر اسکی زبان خدا کی زبان ہوتی تو وہ کوشش کرتا کہ اپنے وعدہ کو وقت پر پورا کرے۔ کیونکہ

خدا کی زبان جھوٹی نہیں ہو سکتی

اور اگر اسکے ہاتھ خدا کے ہاتھ ہوتے۔ تو وہ کبھی دین کے کاموں میں حصہ لینے کے موقعہ پر شل نہ ہو جاتے۔ کیونکہ خدا کے ہاتھ شل نہیں ہوتے۔ قرآن کریم میں آتا ہے کہ یہود ہنسی کے طور پر کہا کرتے تھے۔ کہ کیا خدا کے ہاتھ شل ہیں اور وہ مغلول ہے کہ ہم سے چندہ طلب کرتا ہے۔ قرآن کریم اسکا جواب دیتے ہوئے فرماتا ہے کہ خدا کے ہاتھ شل نہیں بلکہ تمہارے اپنے ہاتھ شل ہیں۔ کیونکہ اگر تم سمجھتے کہ ہمارا دینا خدا کا دینا ہے۔ تو تم خوشی سے چندے دیتے۔ لیکن جب تم اپنے دل میں انقباض محسوس کرتے ہو۔ تو معلوم ہوا کہ تمہارا ہاتھ خدا کا ہاتھ نہیں۔ اور جب تمہارا ہاتھ خدا کا ہاتھ نہیں تو تمہارے اپنے ہاتھ مفلوج ہوئے۔ نہ کہ خدا کے ہاتھ۔ پس میں ان تمام دوستوں کو جنہوں نے تحریک جدید کا چندہ ادا کرنیکا وعدہ کیا ہوا ہے۔ توجہ دلاتا ہوں کہ اگر وہ اپنے چندہ کو مئی میں ادا نہیں کر سکے تو اب اسکی ادائیگی کا فکر کریں۔ کیونکہ انسان کی نیکی اور تقویٰ کا معیار یہ ہوتا ہے کہ جب اس سے کوئی غفلت یا سستی ہو جائے۔ یا بعض مجبوریوں کیوجہ سے کسی نیک تحریک میں جلد حصہ نہ لے سکے تو وہ نیکی کو اور بڑھا کر کرتا ہے۔ تاکہ اسکی غلطی اور سستی کا کفارہ ہو جائے۔ دنیا میں کئی مجبوریاں بھی گناہ کی وجہ سے پیدا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہوتی ہیں۔ اور بسا اوقات دل پر گناہوں کا زنگ لگ جانے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ظاہر میں مجبوریاں پیدا کر دیتا ہے۔ تا وہ ثواب کے مقام کو حاصل نہ کر سکے۔ پس وہ دوست جو مئی تک اپنے وعدوں کو پورا نہیں کر سکے انہیں کوشش کرنی چاہیئے۔ کہ وہ اپنے

وعدوں کو جون یا جولائی میں پورا کر دیں

تا کہ انکی پچھلی غفلت کا کفارہ ہو سکے۔ اگر کوئی سمجھتا ہے۔ کہ وہ اکتوبر میں اپنا چندہ ادا کر سکتا ہے۔ لیکن اس وجہ سے کہ وہ مئی میں ادا کر کے سابقون میں شامل نہ ہو سکا۔ اب کفارہ کے طور پر اگست میں ادا کر دیتا ہے۔ تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کے حضور ویسا ہی ثواب کا مستحق ہے جیسا مئی میں ادا کرنے والے۔ اور اگر کوئی شخص جولائی میں چندہ ادا کرنے کی طاقت رکھتا ہے لیکن وہ اپنی غفلت کے کفارہ کے طور پر اور اپنے نفس پر تکلیف برداشت کر کے جون میں چندہ ادا کر دیتا ہے۔ تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کے حضور ویسا ہی سمجھا جائیگا جیسے مئی میں ادا کرنے والے۔ کیونکہ جب کسی سے غفلت ہو جائے۔ تو بعد میں خواہ مقدار کے لحاظ سے زیادہ قربانی کرے اور خواہ تکلیف اٹھا کر میعاد سے قبل اپنے وعدہ کو پورا کر دے۔ دونوں صورتوں میں اسکی کوتاہی کا کفارہ ہو جاتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کا مستحق بن جاتا ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ بعض لوگ یہ خیال کر لیتے ہیں۔ کہ چونکہ اب مقررہ وقت گذر گیا ہے۔ اس لئے جلدی کی کیا ضرورت ہے۔ ایسے لوگ وقت کے گذر جانے کی وجہ سے اور بھی سست ہو جاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں۔ کہ اب انہیں جلدی کی کوئی ضرورت نہیں۔ مگر میرے نزدیک اس سے زیادہ بدقسمتی کی اور کوئی بات نہیں ہو سکتی کہ انسان پہلے تو کسی مجبوری کی وجہ سے نیکی سے محروم رہے۔ اور بعد میں بے ایمانی کی وجہ سے نیک کام میں حصہ نہ لے سکے۔ حالانکہ جو لوگ مجبوری کی وجہ سے کسی نیک کام میں شریک ہونے سے ایک وقت محروم رہتے ہیں وہ بعد میں اگر اپنی کوتاہی کا ازالہ کر دیں۔ تو بہت کچھ ثواب حاصل کر لیتے ہیں۔ لیکن اپنی کوتاہی کا ازالہ نہ کرنے والے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے حصہ نہیں لے سکتے۔ مثلاً وہ لوگ جنہوں نے مئی میں چندہ ادا کیا ہے۔ بالکل ممکن ہے۔ کہ ان میں کوئی شخص ایسا ہو جو دس ہزار روپیہ دینے کی توفیق رکھتا ہو۔ مگر اس نے دیئے صرف دس روپے ہوں۔ اب ہمارے نزدیک تو وہ مئی میں چندہ ادا کرنے کی وجہ سے سابقون میں سمجھا جائیگا۔ مگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی کوئی قیمت نہیں ہوگی۔ کیونکہ وہ دس ہزار روپیہ دینے کی طاقت رکھتا تھا۔ مگر اس نے صرف دس روپے دیئے۔ دوسری طرف ممکن ہے کہ ایک شخص اکتوبر میں چندہ دے سکتا ہے۔ مگر وہ اپنے نفس پر تکلیف برداشت کر کے جون یا جولائی میں چندہ ادا کر دیتا ہے۔ اب ہمارے نزدیک تو وہ مئی میں چندہ ادا کرنے والوں سے باہر سمجھا جائیگا۔ لیکن خدا تعالیٰ کے نزدیک ممکن ہے وہ مئی کے مہینہ میں چندہ ادا کرنے والے کئی لوگوں سے بہتر ہو۔ کیونکہ اس نے اپنی طاقت سے زیادہ قربانی کی پس کسی کا اس ابتلاء میں مبتلا ہونا کہ جب مئی میں میں وعدہ پورا نہیں کر سکا۔ تو اب جلدی کی کیا ضرورت ہے۔ اس کی

بہت بڑی بدقسمتی کی علامت

ہے۔ اور اس کے یہ معنی ہیں۔ کہ اس کا پہلا کام جو بندوں کی نظر میں برا لیکن خدا کی نظر میں اچھا تھا۔ اب وہ خدا کی نگاہ میں بھی برا بن گیا ہے پس اس قسم کا خیال اگر کسی کے دل میں پیدا ہو۔ تو اسے جلد سے جلد دور کر دینا چاہیئے۔ اور جہاں تک ہو سکے تکلیف اٹھا کر وقت سے پہلے اپنا چندہ ادا کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ میں نے بار بار بتایا ہے۔ کہ یہ روپیہ

سلسلہ کے لئے جائداد

پیدا کرنے پر لگایا جاتا ہے۔ اور اس روپیہ سے جو زمینیں خریدی گئی ہیں۔ اگر وقت پر ہم اس کی قسط ادا نہ کریں تو دس فیصدی جرمانہ پڑ جاتا ہے لیکن جتنی جتنی کوئی شخص چندہ ادا کرنے میں دیر لگاتا ہے۔ اتنی ہی وہ اپنے ثواب میں کمی کرتا۔ اور سلسلہ پر دس فیصدی جرمانہ ڈالنے کا باعث بنتا ہے۔

میں امید کرتا ہوں۔ کہ جو دوست اب تک تحریک جدید کا چندہ ادا نہیں کر سکے۔ تو اب جلد سے جلد ادا کرنے کی کوشش کریں گے۔ اول تو وہ کوشش کریں۔ کہ جون میں ہی ان کا چندہ ادا ہو جائے۔ اگر جون میں ادا نہ کر سکیں۔ تو جولائی میں ادا کرنے کی کوشش کریں اور اگر جولائی میں ادا نہ کر سکیں تو اگست میں ادا کرنے کی کوشش کریں۔ تا خدا تعالیٰ کے حضور وہ ان لوگوں میں شامل ہو جائیں۔ جو سباق کی روح اپنے اندر رکھتے اور نیکیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔ ہمارے نزدیک تو وہ اب مئی میں ادا کرنے والوں کی لسٹ میں نہیں آ سکتے۔ مگر خدا کے نزدیک ممکن ہے کہ وہ اپنے اخلاص کی وجہ سے مئی میں ادا کرنے والوں کی فہرست میں آ جائیں۔ بلکہ ممکن ہے ایک شخص جون یا جولائی یا اگست میں چندہ ادا کر کے خدا کے حضور اپریل بلکہ مارچ میں ادا کرنے والوں کی لسٹ میں آ جائے۔

اس کے بعد میں زمینداروں کو بھی اس تحریک کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ دفتر کی غلطی کی وجہ سے اس دفعہ زمیندار دوستوں کیلئے بھی مئی کے آخر تک چندہ ادا کرنے کی تاریخ مقرر کر دی گئی تھی۔ حالانکہ زمیندار مئی کے مہینہ میں کوئی چندہ نہیں دے سکتے۔ کیونکہ مئی میں انکی کوئی فصل نہیں نکلتی۔ وہ خریف کی فصل کی وجہ سے یا تو جنوری اور فروری میں ادا کر سکتے ہیں۔ اور یا پھر ربیع کی فصل کی وجہ سے جون اور جولائی میں چندہ ادا کر سکتے ہیں پس دفتر کو چاہیئے تھا۔ کہ زمینداروں کے لئے تیس جون یا پندرہ جولائی تک کی تاریخ مقرر کرتا۔ مگر اس نے غلطی سے زمینداروں کیلئے بھی ۳۱ مئی تک کی تاریخ مقرر کر دی لیکن پھر بھی بعض مخلص زمینداروں نے اپنا چندہ ادا کر دیا ہے خواہ انہیں کہیں سے قرض لیکر ہی ادا کرنا پڑا ہے۔ بہر حال چونکہ زمینداروں کیلئے یہ تاریخ موزوں نہیں تھی جس کی وجہ سے اکثر زمیندار دوست چندہ ادا نہیں کر سکے۔ اس لئے باقی زمیندار دوست کوشش کریں کہ جون کی آخر تاریخ تک یا

جولائی کی پندرہ تاریخ تک

اپنا چندہ ادا کر دیں۔ اس عرصہ میں ان کی فصل فروخت ہو جائیگی۔ اور انہیں اپنی رقم کے ادا کرنے کا موقعہ مل جائے گا۔

اس کے ساتھ ہی جو لوگ تحریک جدید کے بقایا دار ہیں۔ انہیں بھی میں بقایوں کی ادائیگی کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ اس وقت تک گذشتہ سالوں کا پچیس تیس ہزار کے قریب روپیہ وصولی کے قابل رہتا ہے مگر ان بقایا داروں میں سے بعض دوست کچھ ایسے مستقل مزاج واقع ہوئے ہیں۔ کہ باوجود اس کے کہ اب تحریک جدید کا ساتواں سال گذر رہا ہے۔ انہوں نے

وعدہ کے باوجود

کسی ایک سال کا چندہ بھی ادا نہیں کیا۔ یا صرف ایک یا دو سال ہی چندہ ادا کیا ہے اور باقی سالوں میں کوئی رقم ادا نہیں کی۔ فرض کرو انہوں نے تیسرے سال چندہ لکھوایا تھا۔ مگر وہ سال گذر گیا اور انہوں نے چندہ میں ایک پیسہ بھی ادا نہ کیا۔ پھر چوتھا سال شروع ہوا۔ تو انہوں نے اصرار کر کے چوتھے سال میں اپنا چندہ لکھوایا۔ اور کہا کہ اب وہ تیسرے سال کا بھی ادا کریں گے اور چوتھے سال کا بھی مگر چوتھا سال بھی گذر گیا۔ اور انہوں نے نہ تیسرے سال کا چندہ ادا کیا۔ نہ چوتھے سال کا۔ پھر پانچواں سال شروع ہوا۔ اور انہوں نے اصرار کر کے کہا۔ کہ پانچویں سال میں ہمارا اتنا وعدہ لکھ لیا جائے۔ ہم پچھلے سالوں کا چندہ بھی ادا کریں گے۔ اور اس سال کا بھی۔ مگر نہ انہوں نے تیسرے سال کا چندہ دیا نہ چوتھے سال کا چندہ دیا اور نہ پانچویں سال کا چندہ دیا۔ پھر چھٹا سال شروع ہوا۔ تو انہوں نے پھر اپنا چندہ لکھوایا۔ مگر چھٹے سال میں بھی انہوں نے تیسرے سال کا چندہ دیا نہ چوتھے سال کا چندہ دیا۔ نہ پانچویں سال کا چندہ دیا اور نہ چھٹے سال کا چندہ دیا۔ اب ساتواں سال شروع ہوا تو انہوں نے پھر اصرار کر کے اپنا وعدہ لکھوایا۔ مگر ان کی حالت اب بھی وہی ہے۔ کہ نہ تیسرے سال کا انہوں نے چندہ دیا ہے۔ نہ چوتھے سال کا چندہ دیا ہے۔ نہ چھٹے سال کا چندہ دیا ہے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نہ ساتویں سال کا چندہ دیا۔ ایسے لوگ چونکہ متواتر اور مسلسل ایک لمبے عرصہ تک جھوٹ کے مرتکب ہوئے ہیں۔ اور چونکہ انہوں نے دین سے تمسخر اور استہزاء کیا ہے۔ اسلئے میں دفتر کو ہدایت کرتا ہوں۔ کہ ایسے لوگوں کی لسٹ بھی وہ شائع کر دے۔ تاکہ اگر ایک طرف ان لوگوں کے نام یادگار رہیں جنہوں نے سچائی اور دیانت کیساتھ اپنے عہد کو پورا کیا۔ تو دوسری طرف ان لوگوں کے نام بھی بطور یادگار محفوظ رہیں جنہوں نے

جان بوجھ کر سلسلہ سے دھوکہ کیا

اور ایک جھوٹی عزت حاصل کرنے کیلئے وہ سالہا سال تک جھوٹ بولتے رہے میرے نزدیک اگر ایک طرف مخلصین کا اخلاص ایسا ہے جو یاد رکھنے کے قابل ہے۔ تو دوسری طرف یہ دھوکہ بازی بھی ایسی ہے۔ جو عبرت کے طور پر یاد رکھنے کے قابل ہے۔ اگر کسی چیز کیمتعلق لوگوں کو مجبور کیا جائے۔ اور کہا جائے کہ وہ اس میں ضرور حصہ لیں تو اگر ان میں سے کوئی سستی کرے تو وہ درگذر کے قابل سمجھی جا سکتی ہے اور خیال کیا جا سکتا ہے۔ کہ اسکی اپنی مرضی شامل ہونی نہیں تھی اسے ضرور مجبور کیا گیا تھا۔ اس لئے اس نے سستی دکھائی۔ مگر جس قربانی کے متعلق بار بار کہا جاتا ہے۔ کہ وہ طوعی اور نفلی ہے اور اس میں شمولیت جبری نہیں۔ بلکہ ہر شخص کی مرضی اور رضا و رغبت پر منحصر ہے۔ اس میں اگر کوئی شخص اپنا نام پیش کر دیتا ہے۔ اور پھر عملی رنگ میں کوئی قربانی نہیں کرتا۔ اور نہ اپنے وعدہ کو پورا کرتا ہے تو اس کے متعلق سوائے اس کے اور کیا سمجھا جا سکتا ہے۔ کہ وہ ایک

جھوٹی عزت کا دلدادہ

ہے۔ اور چاہتا ہے۔ کہ وہ کام بھی نہ کرے اور اس کا نام بھی ان لوگوں میں آ جائے۔ جو مخلصین ہیں۔ پس چونکہ ایسے لوگوں نے ایک جھوٹی عزت حاصل کرنے کی کوشش کی تھی۔ اس لئے میرے نزدیک یہ لوگ تعزیری طور پر اس بات کے مستحق ہیں۔ کہ ان کے نام شائع کئے جائیں۔ تاکہ دوسروں کے لئے عبرت کا موجب ہوں۔ اور وہ کبھی اپنے آپ کو تطوع کے طور پر اس کام کیلئے پیش نہ کریں جس کے کرنے کیلئے وہ دل سے تیار نہ ہوں۔ اور اگر وہ خوشی سے کسی قربانی کیلئے اپنے آپ کو پیش کرتے ہیں۔ تو پھر چاہے جان چلی جائے انہیں اپنے عہد کو مرتے دم تک نباہنا چاہیئے۔ اور کسی قسم کی سستی میں مبتلا نہیں ہونا چاہیئے۔ ہاں ایسے لوگ جنکے ذمہ صرف ایک یا دو سال کی رقم ہو۔ ان کے نام شائع نہ کئے جائیں۔ ان کو ابھی اور مہلت دی جائے۔ تاکہ اگر مجبوری سے ایسا انہوں نے کیا ہے۔ تو معافی لے لیں اور اگر جان بوجھ کر غفلت کی ہے۔ تو اصلاح کر لیں۔ میں امید کرتا ہوں۔ کہ اب جبکہ تحریک جدید کے بہت سے سال گذر چکے ہیں۔ دوست اس چندہ کو جلد ادا کرنیکی کوشش کریں گے۔ اب ساتواں سال گذر رہا ہے۔ اور اگلے سال

دو تہائی سے زیادہ سفر طے ہو جائیگا

اور ایک تہائی باقی رہ جائیگا۔ اب بھی ساٹھ فیصدی حصہ گذر چکا ہے۔ اور ساتواں دَور کا شروع ہے۔ ایسے وقت میں بہت زیادہ ہوشیاری اور بیداری کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور ایسے وقت کا کام بہت زیادہ ثواب کا موجب ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ تہجد کی عبادت بڑی مقبول ہوتی ہے۔ کیونکہ اسوقت انسان تھک کر چور ہو چکا ہوتا ہے اور جب ایسی حالت میں انسان عبادت کیلئے کھڑا ہوتا ہے۔ تو خدا کے حضور اس کی عزت بہت بڑھ جاتی ہے تحریک جدید کے یہ دن بھی ایسے ہی ہیں جیسے بارہ بجے رات کے بعد کا وقت شروع ہوتا ہے۔ ایسے اوقات میں جو شخص بشاشت کیساتھ دین کے کاموں میں حصہ لیتا اور مسلسل قربانی کرتا چلا جاتا ہے اسکی قربانی خدا تعالٰے کے حضور بہت زیادہ مقبول ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ قربانی کر کے چور ہو چکا ہوتا ہے۔ پہلے سالوں میں ابھی اس کے ذخیرے ختم نہیں ہوئے تھے۔ مگر آخر میں وہ چندے دیکر تھک چکا ہوتا ہے اسلئے آئیندہ سالوں میں وہ پہلے سالوں کے مقابلہ میں بہت زیادہ ثواب حاصل کر لیتا ہے پس اس سال اور اگلے سال ہماری جماعت کے دوستوں کو چاہئیے کہ وہ پہلے چندوں کو جلد سے جلد ادا کریں۔ تاکہ اس کے نتیجہ میں وہ بڑھ

بات ہی اور ہو جائیگی

اگر آپ ہمیشہ اپنے پاس اَمرت دھارا کی ایک شیشی رکھنے کا تہیہ کر لیں۔ یہ ایک ایسا ڈاکٹر ہے۔ جو ہر وقت آپکی خدمت کرنے کیلئے تیار ہے۔ امرت دھارا ایک جادو اثر دوا ہے۔ اس نے اپنی خوبیوں کی بدولت چالیس سال سے اپنے نام کی شہرت حاصل کی ہے جیب میں رکھی ہوئی اسکی ایک شیشی تمام متعدی اور دیگر امراض اور ہر قسم کے چوٹ زخم اور حادثات سے آپ کی نیز آپ کے پریوار اور دوسروں کی حفاظت کر سکتی ہے۔ ایسے بہترین محافظ صحت کو سدا اپنے پاس رکھنے سے آپکی زندگی سکھ اور شانتی سے بھرپور نظر آئے گی۔

امرت دھارا فارمیسی۔ لاہور

امرت دھارا

قیمت فی شیشی ڈھائی روپے
نصف سوا روپیہ۔ نمونہ آٹھ آنے

نوٹ:۔ میسرز مہیسا اینڈ سنز بھاگلپور "امرت دھارا" کے سول ایجنٹ ہیں ایجنسی کیواسطے بات چیت یا خط و کتابت ان سے بھی کی جا سکتی ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نور اینڈ سنز کی تیر بہدف و شہرۂ آفاق ادویہ

موتی سرمہ جملہ امراض چشم کیلئے اکسیر ہے

ضعف بصر، ککرے، جالا، پھولا، جالا، خارش چشم، پانی بہنا، دھند، غبار، پڑبال، ناخونہ، گوہانجنی، رتوندا، ابتدائی موتیابند وغیرہ۔ غرضیکہ یہ سرمہ جملہ امراض چشم کیلئے اکسیر ہے۔ جو لوگ بچپن اور جوانی میں اس سرمہ کا استعمال رکھتے ہیں وہ بڑھاپے میں اپنی نظر کو جوانوں سے بھی بہتر پاتے ہیں۔ قیمت فی تولہ دو روپے آٹھ آنے محصولڈاک علاوہ۔

حضرت مسیح موعودؑ کے خاندان مبارک میں تو موتی سرمہ ہی مقبول ہے۔ لہٰذا آپکو بھی یہ موتی سرمہ ہی استعمال کرنا چاہیئے

حضرت میاں بشیر احمد صاحب ایم۔ اے سلمہ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں کہ "میں اس بات کے اظہار میں خوشی محسوس کرتا ہوں۔ کہ میں نے آپ کا موتی سرمہ استعمال کر کے اسے بہت مفید پایا۔ گذشتہ دنوں مجھے یہ تکلیف ہو گئی تھی کہ زیادہ مطالعہ یا تصنیف سے آنکھوں میں درد ہونے لگتا تھا اور دماغ میں بوجھ رہنے کے علاوہ آنکھوں میں سرخی بھی رہتی تھی۔ ان ایام میں میں نے جب آپکا موتی سرمہ استعمال کیا مجھے یقینی طور پر فائدہ ہوا۔"

اکسیر البدن دنیا میں ایک ہی مقوی دوا ہے

بلاشبہ کمزوری اور ضعیفی سے بڑھکر دنیا میں اور کوئی مصیبت نہیں۔ اس سے نجات حاصل کرنے کیلئے آپ آج سے ہی اکسیر البدن (رجسٹرڈ) کا استعمال شروع کر دیں۔ کیونکہ دل میں نئی امنگ، اعضاء میں نئی ترنگ، دماغ میں نئی جولانی پیدا کرنا۔ کمزور کو زور آور اور زور آور کو شہ زور۔ نامرد کو مرد اور مرد کو جوانمرد بنانا اس اکسیر پر ختم ہے۔ ایکماہ کی خوراک کی قیمت پانچ روپے محصولڈاک علاوہ۔

جناب ملک شبیر محمد خانصاحب کوٹ رحمت خاں سے

تحریر فرماتے ہیں کہ میرے جسم میں جسقدر خطرناک عوارض تھے مثلاً فالج، پسلی کا درد، پیشاب کا جلن سے آنا۔ اکسیر البدن کے ذریعہ ان سب کو آرام آ گیا۔ آپ جس دیانتداری سے ادویہ تیار کرتے ہیں اسکی اللہ تعالیٰ آپکو جزائے خیر دے۔ آپکی ادویات کی تعریف جو اشتہار میں درج ہے۔ ان کے تاثرات اس تعریف سے بے انتہا بلند ہیں۔

اکسیر اکبر جسکا اثر مستقل ہے

اکسیر البدن کے علاوہ اس میں حسب ذیل اجزاء شامل ہیں سونے کا کشتہ، کستوری، عنبر، یوہمبین وغیرہ۔ اسکے فوائد کے کیا کہنے۔ یہ ایک ہی لاثانی دوا ہے اسکی موجودگی نے طبی دنیا میں ایک نئی روح پھونک دی ہے مفصلہ ذیل نئی اور پرانی بیماریوں میں اسکا اثر فوری اور مستقل ہے۔

ضعف دل، ضعف دماغ، ضعف اعصاب، ضعف ہاضمہ، قبل از وقت بالوں کا سفید ہو جانا، دل کی دھڑکن۔ سر کا چکرانا، آنکھوں میں اندھیرا آنا۔ بے چینی، سستی، اداسی۔ ذرا سے کام سے دل کا کانپنا۔ جسم میں سخت کمزوری وغیرہ بیماریوں کیلئے یہ اکسیر بفضلہ تعالیٰ آخری اور یقینی علاج ہے۔ لاگت کے مقابلہ میں قیمت برائے نام یعنی ایکماہ کی خوراک کی قیمت بیس (۲۰) روپے محصولڈاک علاوہ۔

اکسیر اکبر سے ۴۵ سالہ ۱۸ سالہ نوجوان بنگیا

جناب ڈاکٹر شیر محمد خانصاحب عالی اسسٹنٹ سرجن فیورٹ لاکھاٹ ضلع کوہاٹ سے تحریر فرماتے ہیں کہ "اکسیر اکبر کی ایکماہ کی خوراک جو آپ سے منگوائی تھی۔ ایک مریض جسکی عمر ۴۵ سال سے متجاوز ہو چکی تھی اور جسکو کمزوری قریباً بیس سال سے تھی استعمال کرائی گئی۔ تو اسکے استعمال سے اسکی صحت ایسی ہو گئی جیسے اٹھارہ سالہ نوجوان کی چڑھتی جوانی کا عالم ہوتا ہے۔" اکسیر اکبر واقعی اس زمانہ میں اپنا جواب نہیں رکھتی۔ آپ ایک مرتبہ ضرور تجربہ فرمائیے۔

تریاق اعظم

اس ایک ہی تریاق سے سر سے لیکر پاؤں تک کی جملہ بیماریوں کا علاج کر لیجئے۔ گھر میں اس تریاق اعظم کی ایک شیشی ڈاکٹروں اور حکیموں کی ضرورت سے بے نیاز کر دیتی ہے سفر میں اسکی ایک شیشی کا آپ کی پاکٹ یا سوٹ کیس میں ہونا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ہسپتال کی جملہ ادویہ آپکی پاکٹ میں ہیں۔ اسکے ہر قطرہ میں آبحیات اور ہر مرض کیلئے اکسیر ہے۔ اسکے ایک قطرہ کے حلق سے اترتے ہی مردہ جسم میں برقی لہر دوڑ جاتی ہے۔ سر کے درد، پسلی کے درد، گنٹھیا کے درد، عرق النساء کے درد، معدہ کے درد، غرضیکہ جملہ قسم کے دردوں کیلئے تیر بہدف ہے یا ناسور، جلے ہوئے آبلوں، تلی، بخار، ہیضہ، بدہضمی کیلئے اکسیر ہے۔ قصہ کوتاہ قریباً دو صد امراض کا یہ ایک ہی علاج ہے۔ مفصل حالات پرچہ ترکیب استعمال میں ملاحظہ فرمائیے۔ قیمت فی شیشی دو روپے چار آنہ محصولڈاک علاوہ۔

تریاق اعظم سے جاں بلب مریض کو شفا ہو گئی!

جناب مسٹر خلیل الرحمن صاحب اپر ایر ابزرویٹری آگرہ سے تحریر فرماتے ہیں کہ:- "میں نے تریاق اعظم نامی دوا آپ سے منگوائی۔ میں اسکی جسقدر بھی تعریف کروں کم ہے۔ یہ تریاق ہر ایک بال بچے والے گھر میں ہونا ضروری ہے میرے پڑوس میں ایک جاں بلب مریض کو اس تریاق سے کامل شفا ہو گئی اور ایسی مثالیں بیشمار ہیں جن میں آڑے وقت میں یہ تریاق اعظم تیر بہدف ثابت ہوئی۔ آپنے ایسی دوا ایجاد کر کے مخلوق خدا پر بڑا احسان کیا ہے اگر اسے زندگی کا رہبر کہا جائے تو بجا ہے۔ ایک شیشی بذریعہ وی پی بھیجکر شکریہ کا موقعہ دیں۔"

اکسیر بواسیر

یہ نامراد موذی مرض انسان کا خون نچوڑ کر ہڈیوں کا پنجر اور زندہ درگور بنا کر زندگی تلخ کر دیتا ہے۔ اسکی مصیبت کو کچھ وہی بہتر سمجھ سکتا ہے جسے بدقسمتی سے اس نامراد مرض سے سابقہ پڑا ہو۔ ہماری یہ اکسیر بفضلہ تعالیٰ مرض کو خواہ کیسی قسم کا ہو زیادہ سے زیادہ چودہ (۱۴) روز کے استعمال سے جڑھ سے اکھاڑ کر نیست و نابود کر دیتی ہے قیمت تین روپے محصولڈاک علاوہ

تین شیشی اور بھیجئے!

جناب بابو محمد سالم صاحب ہیڈ کلرک اچھا پور نواب گنج سے تحریر فرماتے ہیں کہ "میں نے اپنے ایک دوست کیلئے پہلے بھی اکسیر بواسیر نامی دوائی آپ سے منگوائی تھی جس سے وہ ایک سال تک بہت اچھے رہے۔ انکو دیکھکر اب اور مریضوں نے بھی خواہش ظاہر کی ہے۔ لہٰذا بدیں خط ہذا تین شیشی اکسیر بواسیر اور بذریعہ وی۔ پی بھیجکر شکریہ کا موقعہ دیجئے۔

اکسیر بچگان

یہ دوا چھوٹے بچوں کیلئے واقعی اکسیر ہی ہے۔ اسلئے اس کا نام "اکسیر بچگان" رکھا گیا ہے۔ اسہال ہر قسم پیچش اور بچوں کے سوکھا پن وغیرہ کیلئے یہ دوا بفضل خدا تیر بہدف ہے۔ سبز رنگ کے اسہال اور سوکھا پن وغیرہ سے اکثر بچے ضائع ہو جاتے ہیں، یہ دوا ان عوارض کیلئے تریاق ہے۔ اور پھر بڑی عمر والوں کیلئے بھی اسہال، پیچش وغیرہ میں یہ بہت مفید ہے۔ ایک شیشی کی قیمت صرف دو روپے محصولڈاک اس کے علاوہ ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اکسیر ذیابیطس

ذیابیطس ایک بہت ہی خطرناک بیماری ہے۔ یہ اندر ہی اندر انسان کو اتنا کھوکھلا بنا دیتی ہے۔ کہ حقیقی معنوں میں انسان زندہ درگور ہو جاتا ہے لگاتار سالہا سال کے تجربہ کے بعد ایک ایسا نسخہ ہاتھ آگیا ہے جو حقیقی معنوں میں اس مرض کیلئے اکسیر اور تیر بہدف ہے۔ اسکے اجزاء نایاب اور بہت قیمتی ہیں۔ اسکے پورے کورس کی اصل قیمت تو بیس روپے ہے مگر محض اپنی دوا کی شہرت کیلئے تھوڑے عرصہ کیواسطے اسکی قیمت دس روپے مقرر کیگئی ہے اسکے استعمال کرنے سے پہلے آپ اپنے پیشاب کو ٹیسٹ کرائیں اور پھر اس دوا کے ختم کرنے کے بعد اگر پیشاب میں شوگر رہ جائے تو حلفیہ شہادت پر بغیر کسی قسم کی حیل وحجت کے قیمت واپس کر دیجائیگی۔ اس سے بڑھکر اور کیا تسلی ہو سکتی ہے اسکے اجزاء نایاب اور بہت قیمتی ہیں اسلئے فی الحال یہ بہت تھوڑی مقدار میں تیار کیگئی ہے جنکے آرڈر پہلے آئینگے انکو ترجیح دیجائیگی

موتی دانت پوڈر

میلے دانت جملہ بیماریوں کا گھر ہیں اگر آپ اپنی صحت کو برقرار رکھنا چاہتے ہیں تو آج سے ہی اسکا استعمال شروع کر دیں جو دانتوں کی جملہ بیماریوں کو دور کر کے انہیں فولاد کیطرح مضبوط اور بدبوئے دہن کو دور کر کے بھینی بھینی سی مہک پیدا کرتا ہے قیمت دو اونس کی شیشی جو مدت تک کافی ہے ایک روپیہ محصولڈاک علاوہ۔

رفیق زندگی

گرم مزاج والوں کیلئے بے نظیر تحفہ ہے مفرح دل اور مقوی دماغ جس سے جوہر حیات کو خاص ترقی ہوتی ہے۔ بیماری یا کثرت کار کی وجہ سے جنکے چہرے زرد۔ دل ہر وقت دھڑکتا سر چکراتا۔ آنکھوں میں ہر وقت اندھیرا آتا۔ اٹھتے وقت ستارے سے دکھائی دیتے بجلیں۔ گھبراہٹ سستی اور اداسی چھائی رہتی ہو کام کرنیکو جی نہ چاہتا ہو جسم میں ہمت کمزوری ہو ان کیلئے یہ جادو اثر دوا نعمت غیر مترقبہ ہے۔ اس دوا کا ایکماہ کا استعمال سال بھر کیلئے انشاء اللہ کسی دوسری مقوی دوا سے آپکو بے نیاز کر دیگا۔ ایکماہ کی خوراک جسمیں پندرہ تولہ دوا ہے قیمت صرف پانچ روپے محصولڈاک علاوہ

اکسیر معدہ

ہیضہ۔ بدہضمی۔ کمی بھوک۔ درد شکم۔ اپھارہ۔ باد گولہ پیٹ کا گڑ گڑ کرنا۔ کھٹی ڈکاریں۔ جی کا متلانا۔ قے۔ جگر و تلی کا بڑھ جانا۔ سر چکرانا۔ کرم شکم اسہال۔ پیچش۔ کھانسی۔ دمہ وغیرہ کیلئے تیر بہدف ہے دودھ گھی مکھن۔ بالائی انڈے وغیرہ ہضم کر دیتی ہے [illegible]

ذریعہ ہے۔ دماغ۔ حافظہ ذہن کو تقویت دینے۔ کمزور اور دماغی کام کرنیوالوں کیلئے بے نظیر چیز ہے قیمت فی شیشی دو روپے محصولڈاک علاوہ

قبض کشا گولیاں

اول تو کبھی کبھار کی قبض بھی بہت تکلیف دہ ہے پھر دائمی قبض سے تو خدا کی پناہ۔ اگر آپکا معدہ صاف ہے تو سمجھو کہ آپ تندرستی کی گود میں کھیل رہے ہیں ورنہ یہ امر مسلمہ ہے کہ قبض سب بیماریوں کی ماں ہے لیکن گھر کا پاخانہ صاف نہ ہو تو تمام گھر کی فضا اسقدر خراب ہو جاتی ہے کہ ناک میں دم آجاتا ہے۔ یہی حال آپ معدہ کا سمجھئے اگر ایکروز بھی کھلکر اجابت نہ ہو تو تمام معدہ متعفن ہو جاتا ہے۔ اور متعفن معدہ ہی ہر ایک بیماری کی جڑھ ہے۔ یہ قبض کشا گولیاں کیا ہیں گویا معدہ کا جھاڑو ہیں۔ ان کا دائمی استعمال سمجھو کہ صحت کا بیمہ ہے قیمت ایکسو گولی دو روپے محصولڈاک علاوہ۔

افیون چھڑاؤ گولیاں

افیون بہت بری بلا ہے علاوہ روپے کے خرچ کے انسانی صحت کا بھی ستیاناس کر دیتی ہے۔ بدقسمتی سے جسکو اسکی عادت پڑ جائے پھر اس کا چھوٹنا بہت مشکل ہے۔ یہ گولیاں انشاء اللہ بہت جلد اس بلا سے نجات دلا دینگی قیمت ڈیڑھ صد گولی دو روپے محصولڈاک علاوہ۔

سند یافتہ ڈاکٹر کی رائے کہ یہ گولیاں تیر بہدف ہیں!

جناب ڈاکٹر گوہر الدین صاحب ہسپتال منجاں اپر برما سے تحریر فرماتے ہیں:۔ کہ "تین سو گولی کا پہلے آرڈر دے چکا ہوں۔ پانچسو گولی کا اور آرڈر دیتا ہوں۔ فوراً روانہ کیجیئے۔ واقعی یہ گولیاں افیون چھڑانے کیلئے تیر بہدف ثابت ہوئی ہیں۔ اور ان کے ذریعہ افیون بآسانی چھٹ سکتی ہے اللہ تعالےٰ آپکو اس ایجاد کیلئے جزائے خیر دے۔

اکسیر دمہ

اگرچہ بیماری تو ہر ایک ہی تکلیف دہ ہوتی ہے مگر مرض دمہ سے تو خدا کی پناہ کیونکہ یہ ایسا نامراد مرض ہے۔ کہ اسکی وجہ سے نہ اٹھتے نہ بیٹھتے نہ سوتے نہ جاگتے نہ چلتے نہ پھرتے حتےٰ کہ مریض کو کسی پہلو بھی چین نہیں آتا۔ اگر دمہ کے بیمار کو زندہ درگور کہا جائے تو صحیح ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہر انسان کو اس موذی مرض سے بچائے۔ ہمنے سالہا سال کی محنت شاقہ اور وسیع تجربہ کے بعد اکسیر دمہ نامی دوا تیار کی ہے جو زیادہ سے زیادہ دو ہفتہ میں خدا کے [illegible]

کر سکی اس ظالم مرض سے چھٹکارا کرا دیتی ہے قیمت صرف تین روپے محصولڈاک علاوہ۔

جناب ملک شیر محمد خانصاحب کوٹ رحمت خان سے تحریر فرماتے ہیں

کہ "سالانہ جلسہ پر جو آپ سے اکسیر قیمہ، اکسیر البدن اور اکسیر کبرا لایا استعمال کیں حیران ہو جاتا ہوں اور خیال میں خیال آتا ہے کہ یہ نسخے آپنے کہاں سے حاصل کیئے۔ اگر میں پورا بیان کروں تو فلک بھی سر بسجود ہو جاتے بلاشبہ آپکی ادویہ جیتی ہوئی شمع پوری طلعت سے روشن ہو جاتی ہے۔ انکی خوبیاں صرف استعمال سے ظاہر ہو سکتی ہیں الفاظ میں کیسے بیان ہوں۔ آپکی محنت اور کوشش پر بیساختہ جزاکم اللہ احسن الجزاء کہنے کو جی چاہتا ہے ان بے نظیر فوائد کے سامنے قیمت کی کوئی حقیقت نہیں۔"

اکسیر جریان

اس نامراد مرض سے بڑھکر اور کوئی خطرناک روگ نہیں یہ اندر ہی اندر گھن کی طرح انسانی صحت کا ستیاناس کر دیتا۔ سر میں چکر۔ طبیعت سرد چہرہ زرد۔ ہاتھ پاؤں پھولے ہوئے دل اکتایا ہوا۔ بھوک مری ہوئی۔ غرضیکہ یہ نامراد بیماری انسان کو زندہ درگور بنا دیتی ہے۔ ہمنے سالہا سال کے تجربہ کے بعد اس موذی مرض سے نجات حاصل کرنیکے لئے ایک مجرب نسخہ ایجاد کیا ہے اگر اسکی قیمت دس روپے بھی رکھی جاتی تو بھی تھوڑی تھی مگر محض پبلک کی ہمدردی کی خاطر اسکی قیمت صرف تین روپے رکھی جاتی ہے۔

بیس سالہ اختلام اور سستی جاتی رہی!

جناب مہدی خانصاحب گھال ڈاکخانہ ڈلوال ضلع جہلم سے لکھتے ہیں:۔ کہ "جو جناب سے اکسیر جریان منگوائی تھی اس سے اس حد تک فائدہ ہوا کہ بیس سال کے امراض احتلام۔ جریان۔ سستی وغیرہ سب جاتی رہی اللہ تعالیٰ اس ایجاد کیلئے آپکو جزائے خیر دے۔"

مچھر پروف

جب رات کو انسان میٹھی نیند سو رہا ہو۔ تو اسوقت مچھر کے کاٹنے سے ملیریا بخار جیسا موذی روگ جو انسان کو زندہ درگور بنا دیتا ہے لگجاتا ہے ہمنے ایک ایسا تیل ایجاد کیا ہے جسکی خوشبو سے مچھر اسطرح بھاگتا ہے جسطرح لاحول سے شیطان اسکی چند قطرے بدن پر مل لیجئے اور بے کھٹکے میٹھی نیند آرام کیجئے دو اونس کی شیشی جو خاص مدت کیلئے کافی ہے۔ قیمت ایکروپیہ چارآنہ محصولڈاک علاوہ

بال اڑانیکی خوشبودار دوائی

اس خوشبودار دوائی کو پانی میں گھولکر لگا دیجئے ایک منٹ کے اندر سخت سے سخت اور نرم سے نرم جگہ کے بال بصفائی کمال جڑھ سے دور ہو جاتے ہیں قیمت ایک شیشی ۸ محصولڈاک علاوہ

تریاق گردہ

درد گردہ بہت ہی تکلیف دہ بیماری ہے اس کی بیخ کنی کے لئے یہ بہترین دوا ہے۔ قیمت صرف دو روپے۔ محصولڈاک علاوہ

"تمام ادویات ملنے کا پتہ :- منیجر نور اینڈ سنز بلڈنگ قادیان ضلع گورداسپور پنجاب"